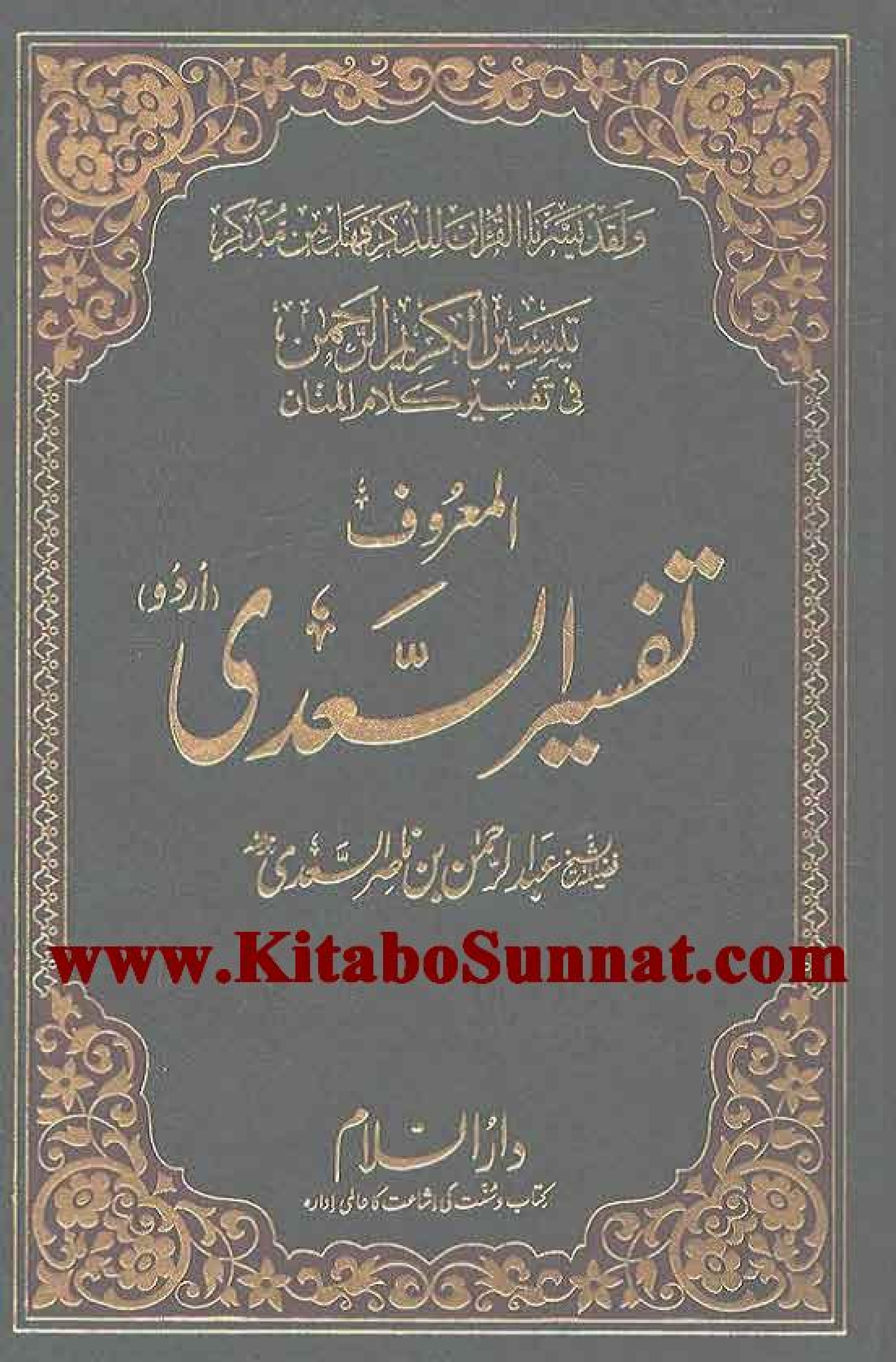

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

☜ عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

☜ مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

☜ متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

☜ دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❋❋❋ تنبیہ ❋❋❋

☜ کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

☜ ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاھور
لندن * ھیوسٹن * نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنّان
(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر نو 9

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبدالرحمان بن ناصر السعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: **عبدالرحمان بن معلا اللویحق** حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: **حافظ صلاح الدین یوسف** حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: **پروفیسر طیب شاہین لودھی** حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُولُ
يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے:
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ
بِهَٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر نو 9

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۷	سورۃ الأعراف (جاری)	902	۸ - ۹
۸	سورۃ الأنفال	967	۹ - ۱۰

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کہا ان وڈیروں نے جنہوں نے تکبر کیا اس کی قوم میں سے ہم ضرور نکال دیں گے تجھے اے شعیب! اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے

مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ؗ قَدِ

تیرے ساتھ اپنی بستی سے یا لوٹ آؤ گے تم ہمارے دین میں۔ (شعیب نے) کہا: کیا اگرچہ ہوں ہم کراہت کرنے والے بھی ○ تحقیق

افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا

(پھر تو) باندھا ہم نے اللہ پر جھوٹ! اگر لوٹ آئیں ہم تمہارے دین میں بعد اس کے کہ نجات دی ہمیں اللہ نے اس سے اور نہیں ہے

يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ

لائق ہمارے لیے کہ لوٹ آئیں ہم اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ ہمارا رب، گھیر لیا ہے ہمارے رب نے ہر چیز کو

عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ

(اپنے) علم سے اوپر اللہ ہی کے بھروسہ کیا ہم نے اے ہمارے رب! تو فیصلہ فرما ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ساتھ حق کے اور تو بہترین

الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ

فیصلہ کرنے والا ہے ○ اور کہا ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اس کی قوم میں سے کہ اگر اتباع کیا تم نے شعیب کا، تو یقیناً تم

اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ۖ

اس وقت البتہ خسارہ اٹھانے والے ہو گے ○ پس پکڑ لیا انہیں زلزلے نے تو ہو گئے وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے ہوئے ○

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا

وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو (یوں ہو گئے) گویا کہ وہ کبھی نہیں بسے تھے ان میں وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو، تھے

هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ

وہی خسارہ پانے والے ○ پھر منہ پھیرا (شعیب نے) ان سے اور کہا اے میری قوم! البتہ تحقیق پہنچا دیے میں نے تمہیں پیغامات اپنے رب کے

وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ؑ

اور خیر خواہی کی میں نے تمہاری، پس کیوں غم کھاؤں میں اوپر کافر قوم کے؟ ○

﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ﴾ ’’کہا ان سرداروں نے جو متکبر تھے اس کی قوم میں سے‘‘ اس سے مراد ان کے اشراف اور بڑے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی لذات میں مستغرق ہو کر اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی، جب ان کے پاس حق آیا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ حق ان کی خواہشات نفس کے خلاف ہے تو انہوں نے نہایت تکبر سے حق کو ٹھکرا دیا اور اپنے نبی شعیب علیہ السلام اور ان مستضعفین سے کہنے لگے جو حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

﴿ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ﴾ ’’ہم ضرور نکال دیں گے اے

شعیب تجھ کو اور ان کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ اپنے دین میں'' انہوں نے حق کے خلاف بہیمانہ قوت استعمال کی اور انہوں نے کسی اصول، کسی ذمہ اور کسی حق کی پاسداری نہ کی۔ انہوں نے تو صرف اپنی خواہشات نفس کی رعایت اور ان کی پیروی کی اور اپنی ناقص عقل کے پیچھے لگے جو ان کے قول فاسد پر دلالت کرتی ہے۔ پس شعیب علیہ السلام سے کہنے لگے ''یا تو تجھے اور تیرے ساتھیوں کو ہمارے دین میں واپس لوٹنا ہو گا یا ہم تجھے اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے''۔ شعیب علیہ السلام ان کے ایمان لانے کی امید میں ان کو ایمان کی دعوت دیتے رہے مگر وہ اب تک ایمان نہ لائے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے آنجناب علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر وہ ان کی پیروی نہیں کریں گے تو وہ ان کو ان کے اس وطن سے جلاوطن کر دیں گے جس میں رہنے کے شعیب علیہ السلام اور ان کے اصحاب زیادہ مستحق ہیں۔

﴿قَالَ﴾ شعیب علیہ السلام نے ان کی اس بات پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ﴾ ''خواہ ہم (تمہارے دین سے) بیزار ہی ہوں۔'' یعنی کیا ہم ناپسند کرتے ہوئے بھی تمہارے باطل دین اور ملت کی اتباع کریں؟ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا دین باطل ہے۔ اس دین کی طرف تو صرف اسی کو دعوت دی جاتی ہے جو اس میں کوئی رغبت رکھتا ہو اور وہ شخص جو علی الاعلان لوگوں کو اس دین کی پیروی سے روکتا ہے اور جو کوئی اس دین کی اتباع کرتا ہے اس کو برا کہتا ہے، تو وہ کیوں کر اس دین کی دعوت دے سکتا ہے؟

﴿قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا﴾ ''اگر ہم اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے، تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھ دیا۔'' یعنی تم گواہ رہو کہ اگر ہم تمہاری ملت اور دین میں واپس لوٹ آئے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے نجات دے دی ہے اور اس کے شر سے ہمیں بچا لیا ہے۔۔۔ تو ہم جھوٹے اور اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی افتراء پرداز نہیں جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے حالانکہ وہ ایک، یکتا اور بے نیاز ہے، جس کی کوئی بیوی ہے نہ بیٹا اور نہ اقتدار میں کوئی شریک۔ ﴿وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ﴾ ''اور ہمیں شایاں نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں۔'' یعنی ہم جیسے لوگوں کے لیے ممکن نہیں کہ ہم اس دین میں پھر لوٹ آئیں کیونکہ یہ بالکل محال ہے۔ جناب شعیب علیہ السلام نے متعدد وجوہ سے کفار کو اس بات سے مایوس کر دیا کہ وہ ان کی موافقت کریں گے۔

(۱) حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے اصحاب ان کے دین کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے سخت بغض رکھتے تھے کیونکہ ان کا دین شرک پر مبنی تھا۔

(۲) شعیب علیہ السلام نے ان کے دین کو جھوٹ قرار دیا تھا اور ان کو اس بات پر گواہ بنایا تھا کہ اگر انہوں نے اور

ان کے اصحاب نے کفار کے دین کی اتباع کی، تو وہ جھوٹے ہیں۔

(۳) انہوں نے علی الاعلان اعتراف کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے دین سے بچا کر ان پر احسان کیا ہے۔

(۴) ان کی استقامت پر مبنی حالت پر غور کریں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی جو تعظیم، اس کی عبودیت کا جو اعتراف، نیز اس بات کا اعتراف کہ وہی الہ واحد ہے صرف وہی اکیلا عبادت کے لائق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کا اعلان کہ مشرکین کے گھڑے ہوئے معبود سب سے بڑا باطل اور اور سب سے بڑا فریب ہیں ۔۔۔۔ ان امور کو دیکھتے ہوئے یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان کو ہدایت سے نوازنے کے بعد وہ ان کے دین میں واپس لوٹیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی عقل سے نوازا ہے جس کے ذریعے سے وہ حق اور باطل، ہدایت اور گمراہی کو پہچانتے ہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تمام مخلوقات میں نافذ اس کے ارادے میں غور کیا جائے، جس سے باہر نکلنا کسی کے لیے ممکن نہیں خواہ پے در پے اسباب مہیا ہوں اور قوتیں باہم موافق ہوں ۔۔۔۔ تو وہ اپنے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ عنقریب فلاں فعل سرانجام دیں گے یا اس کو چھوڑ دیں گے۔ بنابریں شعیب علیہ السلام نے استثناء کا اسلوب استعمال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّعُودَ فِيهَآ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّنَا﴾ ”اور ہمیں شایاں نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں، ہاں اللہ جو ہمارا رب ہے وہ چاہے تو۔“ یعنی ہمارے لئے یا کسی اور کیلئے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے، جو اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کے تابع ہے، باہر نکلنا ممکن نہیں۔ ﴿وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا﴾ ”گھیرے ہوئے ہے ہمارا پروردگار سب چیزوں کو اپنے علم میں“ پس وہ جانتا ہے کہ بندوں کے لیے کیا درست ہے اور کس چیز کے ذریعے سے وہ بندوں کی تدبیر کرے ﴿عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ”ہمارا اللہ ہی پر بھروسا ہے۔“ یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے گا اور جہنم کے تمام راستوں سے ہمیں بچائے گا، کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور وہ اس کے دین اور دنیا کے معاملے کو آسان کر دیتا ہے۔

﴿رَبَّنَا ٱفْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِٱلْحَقِّ﴾ ”اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ“ یعنی ظالم اور حق کے خلاف عناد رکھنے والے کے مقابلے میں مظلوم اور صاحب حق کی مدد فرما۔ ﴿وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْفَٰتِحِينَ﴾ ”اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے“ اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی دو اقسام ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ باطل میں سے حق کو، گمراہی میں سے ہدایت کو بیان کر کے نیز یہ واضح کر کے کہ کون صراط مستقیم پر گامزن ہے اور کون اس سے منحرف ہے ۔۔۔۔ فیصلہ کرتا ہے یہ اس کا علمی فیصلہ ہے۔

(۲) ظالموں کو سزا دینے اور صالحین کو نجات اور اکرام عطا کرنے کے لیے جو فیصلہ کرتا ہے وہ اس کا جزائی فیصلہ ہے۔

پس اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ حق اور انصاف کے ساتھ ان کے اور ان کی قوم کے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہ انہیں ایسی آیات و علامات دکھا دے جو فریقین کے مابین فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں۔

﴿ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ﴾ ''اور ان کی قوم میں سے سردار لوگ جو کافر تھے کہنے لگے۔'' یعنی ان کی قوم کے سرداروں نے حضرت شعیب کی اتباع سے ڈراتے ہوئے کہا: ﴿ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴾ ''اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو تم نقصان اٹھاؤ گے۔'' ان کے نفس نے ان کے لیے مزین کر دیا تھا کہ رشد و ہدایت کی اتباع سراسر خسارہ اور شقاوت ہے انہیں یہ معلوم نہیں کہ خسارہ تو تمام تر خود گمراہی میں پڑے رہنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں ہے اور جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو اس وقت انہیں یہ حقیقت معلوم ہوئی۔ ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ﴾ ''پس ایک شدید زلزلے نے ان کو آ لیا۔'' ﴿ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ ''اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔'' یعنی وہ خشک کٹے ہوئے درخت کی مانند پچھاڑے ہوئے مردہ پڑے تھے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی حالت کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ﴾ ''جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا، گویا کبھی وہ وہاں بسے ہی نہ تھے'' یعنی گویا کہ وہ گھروں میں رہتے ہی نہ تھے اور گویا کہ انہوں نے گھروں کے صحنوں سے کبھی استفادہ کیا تھا نہ ان کی چھاؤں میں کبھی وقت گزارا تھا۔ اور وہ اس دیار کے دریاؤں کے کنارے چراگاہوں میں رہے تھے نہ انہوں نے اس کے درختوں کے پھل کھائے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو آ پکڑا اور ان کو لہو و لعب اور لذات کی دنیا سے نکال کر حزن و غم، عقوبت اور ہلاکت کے گڑھوں میں منتقل کر دیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا، وہی ہوئے خسارہ اٹھانے والے'' یعنی وہ پوری طرح خسارے میں گھرے ہوئے ہیں کیونکہ قیامت کے روز وہ خود اور ان کے گھر والے سخت خسارے میں ہوں گے اور یہی واضح خسارہ ہے نہ کہ وہ جن کو انہوں نے کہا تھا۔ ﴿ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴾ ''اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بے شک تم خسارے میں پڑ گئے''۔ پس جب وہ ہلاک ہو گئے تو ان کا نبی (علیہ السلام) ان سے منہ پھیر کر چل دیا۔ ﴿ وَقَالَ ﴾ اور ان کی موت کے بعد ان کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہوا: ﴿ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ ﴾ ''اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے۔'' یعنی میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور اسے کھول کھول کر بیان کر دیا حتیٰ کہ یہ پیغام تمہیں پوری طرح پہنچ گیا اور تمہارے دلوں نے اچھی طرح اسے سمجھ لیا۔

﴿ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ﴾ ''اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی'' مگر تم نے میری خیر خواہی کو قبول کیا نہ تم نے میری بات مانی

بلکہ اس کے برعکس تم نے نافرمانی کی اور سرکشی اختیار کی۔ ﴿فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ﴾ ''تو میں کافروں پر رنج و غم کیوں کروں۔'' یعنی میں ایسے لوگوں کے انجام پر کیوں کر غمزدہ ہو سکتا ہوں جن میں کوئی بھلائی نہ تھی' بھلائی ان کے پاس آئی مگر انہوں نے اسے ٹھکرا دیا' اسے قبول نہ کیا' یہ لوگ شر کے سوا کسی چیز کے لائق نہ تھے۔ پس یہ اس چیز کے مستحق نہیں ہیں کہ ان کی ہلاکت پر افسوس کیا جائے بلکہ ان کی ہلاکت اور استیصال پر تو خوش ہونا چاہئے۔

اے اللہ! فضیحت اور رسوائی سے تیری پناہ! اس سے بڑھ کر کون سی بدبختی اور سزا ہو سکتی ہے کہ وہ اس حالت کو پہنچ جائیں کہ مخلوق میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہستی بھی ان سے براءت کا اظہار کرے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ
اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی مگر پکڑا ہم نے اس کے رہنے والوں کو ساتھ سختی اور تکلیف کے تاکہ وہ
يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ
گڑگڑائیں ○ پھر بدل کر دے دی ہم نے (ان کو) برائی کی جگہ اچھائی' یہاں تک کہ جب زیادہ ہو گئے وہ' اور کہا پہنچی تھی
اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾
ہمارے آباؤ اجداد کو بھی سختی اور راحت' تو پکڑ لیا ہم نے انہیں یکایک' اور وہ نہیں شعور رکھتے تھے ○

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ﴾ ''اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی'' جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتا اور جن برائیوں میں وہ مبتلا ہیں' ان برائیوں سے وہ ان کو روکتا۔ مگر وہ اس کی اطاعت نہ کرتے ﴿اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا﴾ ''مگر ہم مواخذہ کرتے وہاں کے لوگوں کا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمایا۔ ﴿بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ﴾ ''سختی اور تکلیف میں'' یعنی محتاجی' مرض اور دیگر مصائب کے ذریعے سے۔ ﴿لَعَلَّهُمْ﴾ ''شاید کہ وہ'' یعنی جب ان پر مصیبت نازل ہو تو شاید ان کے نفس جھک جائیں۔ ﴿يَضَّرَّعُوْنَ﴾ ''عاجزی اور زاری کریں۔'' اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے گڑگڑائیں اور حق کے سامنے فروتنی کا اظہار کریں۔ ﴿ثُمَّ﴾ پھر جب ان کو ابتلا نے کوئی فائدہ نہ دیا اور وہ اپنے تکبر پر جمے رہے اور اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی چلے گئے ﴿بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ﴾ ''بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی'' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں اضافہ کر دیا' ان کو جسمانی عافیت دی اور ان سے آزمائش اور تکالیف کو دور کر دیا۔ ﴿حَتّٰى عَفَوْا﴾ ''حتیٰ کہ ان کی تعداد زیادہ ہو گئی'' ان کے رزق میں اضافہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے فضل و کرم میں مزے اڑانے لگے اور وہ اس بات کو بھول گئے کہ ان پر کیا مصیبتیں نازل ہوئی تھیں۔

﴿وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ﴾ ''اور انہوں نے کہا' کہ پہنچتی رہی ہے ہمارے باپ دادا کو بھی مصیبت اور خوشی'' یعنی رنج و راحت کا آنا تو ایک عادت جاریہ ہے' اولین و آخرین تمام لوگوں پر رنج و راحت کے

حالات آتے رہتے ہیں۔ کبھی وہ راحت میں ہوتے ہیں اور کبھی رنج و غم سے دو چار ہوتے ہیں، انقلابات زمانہ اور گردش ایام کے ساتھ ساتھ کبھی وہ خوش ہوتے ہیں اور کبھی غم زدہ۔ وہ ان مصائب اور راحتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت اور تنبیہ سمجھتے ہیں نہ استدراج اور نکیر۔ یہاں تک کہ جو کچھ ان کو عطا کیا گیا تھا اسی میں شاداں و فرحاں رہے اور دنیا ان کے لیے سب سے زیادہ خوش کن چیز تھی۔ ﴿فَاَخَذْنٰهُمْ﴾ ”کہ ہم نے (عذاب کے ذریعے سے) ان کو پکڑ لیا۔“ ﴿بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ”اچانک اور ان کو خبر نہ تھی“ یعنی ہلاکت ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہے وہ اسے حاصل کرنے پر قادر تھے اور یہ سب کچھ ان سے زائل ہو گا نہ ان سے واپس لیا جائے گا۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اور اگر بیشک بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے، تو کھول دیتے ہم ان پر برکتیں آسمان اور زمین کی،

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ

لیکن انہوں نے جھٹلایا تو پکڑ لیا ہم نے انہیں بوجہ ان (عملوں) کے جو تھے وہ کماتے ○ کیا پس بے خوف ہو گئے بستیوں والے اس سے کہ

يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ ؕ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

آ جائے انکے پاس ہمارا عذاب رات کو اور وہ سوئے ہوئے ہوں؟ ○ اور کیا بے خوف ہو گئے بستیوں والے اس سے کہ آ جائے انکے پاس

بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ

ہمارا عذاب دن چڑھے اور وہ کھیل رہے ہوں؟ ○ کیا پس بے خوف ہو گئے وہ اللہ کی تدبیر سے؟ پس نہیں بے خوف ہوتے اللہ کی تدبیر سے

اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲ ۲

مگر خسارہ پانے والے لوگ ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں انبیاء و مرسلین کو جھٹلانے والے گروہ کے بارے میں ذکر فرمایا کہ ان کو نصیحت اور تنبیہ کے لیے مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے اور مکر و استدراج کے طور پر انہیں آسانی اور فراخی عطا کی جاتی ہے۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ اگر بستیوں والے صدق دل سے ایمان لے آتے، ان کے اعمال اس ایمان کی تصدیق کرتے اور ظاہر و باطن میں تقویٰ سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ تمام چیزوں کو چھوڑ دیتے تو ان پر زمین و آسمان کی برکات کے دروازے کھول دیے جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ آسمان سے ان پر لگا تار بارش برساتا اور زمین سے ان کے لیے وہ کچھ اگاتا جس پر ان کی اور ان کے جانوروں کی معیشت کا دارومدار ہے اور انہیں بغیر کسی تنگی اور بغیر کسی محنت اور مشقت کے وافر رزق عطا کرتا، مگر وہ ایمان لائے نہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا ﴿فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ”پس ہم نے ان کی بداعمالیوں کے سبب سے ان کو عذاب اور مصائب میں مبتلا کر دیا“۔ ان سے برکات

چھین لیں اور کثرت کے ساتھ ان پر آفتیں نازل کیں۔ یہ ان کے اعمال کی سزا کا کچھ حصہ ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے برے اعمال کی پوری سزا دنیا ہی میں دے دے تو روئے زمین پر کوئی جاندار نہ بچے گا۔ ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم: ٣٠/٤١) ”بحر و بر میں لوگوں کی بداعمالیوں کے سبب سے فساد پھیل گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے شاید کہ وہ لوٹ آئیں“۔

﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى﴾ ”کیا بستیوں والے (جنہوں نے انبیاء کی تکذیب کی)“ اپنے آپ کو مامون سمجھتے ہیں؟“ ﴿اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا﴾ ”اس بات سے کہ آئے ان کے پاس ہمارا عذاب“ یعنی ہمارا سخت عذاب ﴿بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ ”راتوں رات، جب کہ وہ سوئے ہوئے ہوں“ یعنی ان کے آرام کی گھڑیوں میں اور ان کی غفلت کے اوقات میں۔ ﴿اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ ”کیا بے خوف ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے، جب کہ وہ کھیلتے ہوں“ یعنی کون سی چیز انہیں محفوظ و مامون رکھ سکتی ہے حالانکہ انہوں نے عذاب الٰہی کے تمام اسباب کو اکٹھا کر لیا ہے اور بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کیا جن میں سے بعض جرائم ہلاکت کے موجب ہیں؟ ﴿اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ﴾ ”کیا وہ بے خوف ہو گئے ہیں اللہ کے داؤ سے“ کیونکہ اللہ تعالیٰ ڈھیل دے کر فریب میں مبتلا کر رہا ہے جسے وہ نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی چال بہت سخت ہے۔ ﴿فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ”پس اللہ کے داؤ سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں“ کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ سمجھتا ہے وہ اعمال کی جزا و سزا کی تصدیق کرتا ہے نہ وہ انبیاء و مرسلین پر حقیقی ایمان رکھتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ بندے کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ جتنا کچھ ایمان رکھتا ہے اس کے ضیاع سے بے خوف ہو جائے، وہ ہمیشہ اس بات سے ڈرتا رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے ایسی آزمائش سے دوچار نہ کر دے کہ جس سے اس کا سرمایۂ ایمان سلب ہو جائے اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہے ((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ)) ① ”اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ“۔ اور فتنوں کے وقوع کے وقت وہ ہر اس سبب کے حصول کے لیے کوشاں رہے جو اس کو شر سے نجات دے، کیونکہ بندہ۔۔۔ خواہ اس کا حال کیسا ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ اس کی سلامتی یقینی نہیں۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ

کیا نہیں واضح ہوئی ان لوگوں کے لیے جو وارث بنے زمین کے بعد (ہلاک ہونے) اس کے رہنے والوں کے، یہ بات کہ اگر ہم چاہیں تو سزا دیں انکو

---

① جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء: یامقلب القلوب......، حدیث: ٣٥٢٢

بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ
بوجہ ان کے گناہوں کے' اور مہر لگا دیں اوپر ان کے دلوں کے' پس وہ (کچھ) نہ سنیں ○ یہ بستیاں ہیں' بیان کرتے ہیں ہم
عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا
آپ پر کچھ خبریں انکی' اور البتہ تحقیق آئے انکے پاس رسول انکے' ساتھ واضح دلیلوں کے' پس نہ ہوئے وہ (اس لائق) کہ ایمان لاتے'
بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا
اس پر جسے جھٹلا چکے تھے وہ پہلے' اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ دلوں پر کفر کرنے والوں کے ○ اور نہیں پایا ہم نے
لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿١٠٢﴾
ان کے اکثر کے لیے کوئی عہد (کا پاس) اور بلاشبہ پایا ہم نے ان کے اکثر کو نافرمان ہی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ گزشتہ قوموں کی ہلاکت کے بعد باقی رہ جانے والی قوموں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ﴾ ''کیا ان لوگوں کو جو اہل زمین کے (مرجانے کے) بعد زمین کے مالک ہوتے ہیں یہ امر موجب ہدایت نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے سبب ان پر مصیبت ڈال دیں۔'' کیا ان امتوں پر واضح نہیں ہوا جو ان قوموں کے اپنے گناہوں کے سبب سے ہلاکت کے بعد' جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں' زمین میں وارث بنی ہیں؟ پھر انہوں نے بھی ان ہلاک ہونے والے لوگوں جیسے اعمال کا ارتکاب شروع کر دیا۔ کیا انہیں اس حقیقت کا علم نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں بھی ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لے؟ کیونکہ اولین و آخرین کے بارے میں یہی سنت الٰہی ہے۔

﴿ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں' پس وہ نہ سنیں''۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ کرے تو وہ متنبہ نہ ہوں' انہیں نصیحت کرے' مگر وہ نصیحت نہ پکڑیں اور اللہ تعالیٰ آیات اور عبرتوں کے ذریعے سے ان کی راہ نمائی کرے' مگر وہ راہ نمائی حاصل نہ کریں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیتا ہے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے پس ان کے دلوں پر میل کچیل جم جاتا ہے اور وہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔۔۔ ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے حق ان میں داخل نہیں ہو سکتا' بھلائی ان تک پہنچ نہیں سکتی۔ وہ کوئی ایسی بات نہیں سن سکتے جو انہیں فائدہ دے۔ وہ تو صرف وہی بات سن سکتے ہیں جو ان کے خلاف حجت بنے گی۔

﴿ تِلْكَ الْقُرٰى ﴾ ''وہ بستیاں'' یعنی وہ بستیاں جن کا ذکر گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے ﴿ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ﴾ ''ہم بیان کرتے ہیں آپ پر ان کی کچھ خبریں'' جس سے عبرت حاصل کرنے والوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے' ظالموں کے لیے زجر و توبیخ ہے اور اہل تقویٰ کے لیے نصیحت ہے ﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''اور ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آئے۔'' یعنی ان جھٹلانے والوں کے پاس ان کے رسول آئے جو ان کو ان

امور کی طرف دعوت دیتے تھے جن میں ان کی سعادت تھی' اللہ تعالیٰ نے ظاہر معجزات کے ذریعے سے ان رسولوں کی تائید کی اور حق کو کامل طور پر واضح کر دینے والے دلائل کے ذریعے سے ان کو تقویت بخشی۔ مگر اس چیز نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ ان کے کسی کام آئی۔

﴿ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ﴾ ''پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں اس بات پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے'' یعنی ان کی تکذیب اور حق کو پہلی مرتبہ رد کر دینے کے سبب سے اللہ تعالیٰ ایمان کی طرف ان کی راہ نمائی نہیں کرے گا' یہ حق کو ٹھکرا دینے کی سزا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ (الانعام: ۶/۱۱۰) ''ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیں گے جیسے وہ اس پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے (ویسے ہی پھر ایمان نہیں لائیں گے) ہم انکو ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیں گے''۔ ﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔'' یعنی سزا کے طور پر اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا انہوں نے خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا۔

﴿ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ﴾ ''ہم نے ان ہی سے اکثر میں عہد کا نباہ نہیں دیکھا'' یعنی ہم نے اکثر قوموں میں جن کی طرف رسول بھیجے گئے' عہد کی پاسداری نہیں دیکھی' یعنی اللہ تعالیٰ کی وصیت کا التزام اور اس پر ثابت قدمی' جو اس نے تمام جہانوں کو کر رکھی ہے اور نہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان احکام کی تعمیل کی ہے جو اس نے اپنے انبیاء و مرسلین کے ذریعے سے ان تک پہنچائے ہیں ﴿ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴾ ''اور اکثر ان میں پائے نافرمان'' یعنی ہم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل بھاگنے اور بے راہ رو ہو کر خواہشات نفس کی پیروی کرنے والے ہی پایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول مبعوث فرما کر' کتابیں نازل کر کے اپنے بندوں کو آزمایا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے عہد اور اس کی ہدایت کی اتباع کریں۔ مگر بہت کم لوگوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی' یعنی صرف ان لوگوں نے جن کے لیے پہلے ہی سعادت لکھ دی گئی تھی۔ اور رہے اکثر لوگ تو انہوں نے ہدایت سے روگردانی کی اور ان تعلیمات کو تکبر سے ٹھکرا دیا جو رسول لے کر آئے تھے۔ پس اس پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر مختلف قسم کے عذاب نازل فرمائے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ

پھر بھیجا ہم نے بعد انکے موسیٰ کو ساتھ اپنی آیات کے' فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف پس ظلم کیا انہوں نے ساتھ انکے' پس دیکھیے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ

کیسا ہوا انجام فساد کرنے والوں کا ○ اور کہا موسیٰ نے' اے فرعون! بلاشبہ میں رسول ہوں

مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ ۙ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ
رب العالمین کی طرف سے ○ سزاوار ہے (میرے لیے) یہ بات کہ نہ کہوں میں اللہ پر مگر حق، تحقیق آیا ہوں میں تمہارے پاس
بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٠٥﴾ ؕ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ
ساتھ واضح دلیل کے تمہارے رب کی طرف سے پس بھیج دے تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ○ اس نے کہا اگر ہے تو آیا ساتھ کسی (بڑی) نشانی کے
فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ ۚ
تو لے آ اسے، اگر ہے تو سچوں سے ○ پس ڈال دیا موسیٰ نے اپنا عصا، تو دفعتہً وہ اژدھا تھا ظاہر ○
وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ ع قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ
اور (باہر) نکالا اس نے اپنا ہاتھ، تب وہ سفید چمکتا ہوا تھا دیکھنے والوں کے لیے ○ کہا سرداروں نے فرعون کی قوم میں سے،
اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ ۙ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾
یقیناً یہ تو جادوگر ہے بڑا ماہر ○ چاہتا ہے وہ یہ کہ نکال دے تمہیں، تمہاری زمین سے، تو کیا مشورہ دیتے ہو تم؟ ○
قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾ ۙ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾
انہوں نے کہا مہلت دے اسے اور اسکے بھائی کو اور بھیج تو شہروں میں اکٹھے کرنے والے ○ لے آئیں وہ تیرے پاس ہر جادوگر ماہر کو ○
وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾ قَالَ نَعَمْ
اور آئے جادوگر فرعون کے پاس (اور) کہا یقیناً ہمارے لیے انعام ہوگا اگر ہوئے ہم غالب ○ فرعون نے کہا، ہاں،
وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ
اور بلاشبہ تم البتہ مقرب لوگوں میں سے ہوگے ○ انہوں نے کہا، اے موسیٰ! یا تو تو ڈالے اور یا یہ کہ ہم ہی ہوں (پہلے
الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ
ڈالنے والے ○ (موسیٰ نے) کہا! تم ہی ڈالو پس جب انہوں نے ڈالیں (لاٹھیاں) تو جادو کر دیا آنکھوں پر لوگوں کی اور ڈرا دیا انہیں
وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ
اور لائے وہ جادو بہت بڑا ○ اور وحی کی ہم نے طرف موسیٰ کی کہ ڈال تو (بھی) اپنا عصا، (جب اس نے ڈالا) تو یکایک وہ
تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ ۚ فَغُلِبُوْا
نگلنے لگا وہ (جھوٹ) جو وہ گھڑتے تھے ○ پس ثابت ہو گیا حق اور باطل ہو گیا جو کچھ کہ تھے وہ کر رہے ○ پس مغلوب ہو گئے وہ (جادوگر)
هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ ۚ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿١٢٠﴾ ۚ قَالُوْٓا
وہاں اور لوٹے وہ ذلیل و خوار ○ اور گرا دیے گئے جادوگر (چہروں کے بل) سجدہ کرتے ہوئے ○ انہوں نے کہا!
اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢١﴾ ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
ایمان لائے ہم رب العالمین پر ○ رب موسیٰ اور ہارون پر ○ کہا فرعون نے! (کیا) ایمان لے آئے ہو تم اس پر

١٣ ع ٤

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ

پہلے اس سے کہ اجازت دوں میں تمہیں؟ یقیناً یہ مکر ہے، مکر کیا ہے تم نے یہ اس شہر میں تاکہ نکال دو تم اس (شہر) سے

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ

اس کے رہنے والوں کو، پس عنقریب جان لوگے تم ○ البتہ ضرور کاٹوں گا میں تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف سمت سے، پھر

لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ ۚ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ

ضرور سولی پر لٹکاؤں گا میں تم سب کو ○ انہوں نے کہا! یقیناً ہم طرف اپنے رب ہی کی لوٹنے والے ہیں ○ اور نہیں سزا دے رہا تو ہمیں

اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا

مگر اس کی کہ ایمان لائے ہم آیات پر اپنے رب کی جب آئیں وہ ہمارے پاس۔ اے ہمارے رب! ڈال دے اوپر ہمارے صبر اور فوت کر ہمیں

مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ ۧ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا ۱۴ ع ۴

جب کہ ہم مسلمان ہوں ○ اور کہا چودھریوں نے فرعون کی قوم میں سے کیا چھوڑتا ہے تو موسٰی اور اس کی قوم کو تاکہ فساد کریں وہ

فِی الْاَرْضِ وَیَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ

زمین میں، اور چھوڑ دے وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو؟ کہا (فرعون نے) عنقریب قتل کردیں گے ہم انکے بیٹے اور زندہ رہنے دیں گے

نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ

ان کی عورتیں، (بیٹیاں) اور بلاشبہ ہم اوپر ان کے غالب ہیں ○ کہا موسٰی نے اپنی قوم سے مدد طلب کرو تم اللہ سے

وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ قف یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ

اور صبر کرو، یقیناً زمین تو اللہ ہی کی ہے، وہ وارث بناتا ہے اس کا جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے، اور (اچھا) انجام تو

لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ

متقیوں ہی کیلئے ہے ○ کہا انہوں نے ایذاء دیئے گئے ہم پہلے اس سے کہ آئے تو ہمارے پاس اور بعد اسکے کہ آ گیا تو ہمارے پاس

قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ

(موسٰی نے) کہا امید ہے کہ تمہارا رب ہلاک کردے گا تمہارے دشمن کو اور جانشین بنادے گا تمہیں زمین میں، پھر وہ دیکھے گا کہ کیسے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ۧ وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ ۱۵ ع ۵

عمل کرتے ہو تم؟ ○ اور البتہ تحقیق پکڑا ہم نے آل فرعون کو ساتھ قحط سالیوں کے اور ساتھ نقصان کرنے کے پھلوں میں

لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ پھر جب آتی ان کے پاس بھلائی تو کہتے ہمارے لیے ہی ہے یہ، اور اگر

تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ

پہنچتی انہیں کوئی برائی تو نحوست پکڑتے ساتھ موسٰی کے اور ان لوگوں کے جو اس کے ساتھ تھے، خبردار! ان کی نحوست

عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ

اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے ○ اور انہوں نے کہا' جو بھی لائے تو ہمارے پاس کوئی

اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ

نشانی تا کہ جادو کرے تو ہم پر ساتھ اس کے' تو بھی نہیں ہیں ہم تیرے لیے ایمان لانے والے ○ پس بھیجا ہم نے اوپر انکے طوفان

وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

اور ٹڈی دل اور جوئیں اور مینڈک اور خون' (تمام) نشانیاں الگ الگ' پھر بھی تکبر کیا انہوں نے اور تھے ہی وہ

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا

لوگ مجرم ○ اور جب واقع ہوتا اوپر ان کے عذاب تو کہتے' اے موسیٰ! دعا کر تو ہمارے لیے

رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ

اپنے رب سے بہ سبب اسکے جو عہد کیا اس نے تجھ سے' اگر دور کردے تو ہم سے یہ عذاب تو ضرور ایمان لے آئیں گے ہم تجھ پر' اور ضرور بھیج دیں گے ہم

مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ

تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ○ پس جب ہٹا دیتے ہم ان پر سے عذاب' ایک وقت تک کہ وہ پہنچنے والے ہوتے اس کو

اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا

تب وہ عہد توڑ دیتے ○ پس انتقام لیا ہم نے ان سے پھر غرق کر دیا انہیں سمندر میں بوجہ اس کے کہ انہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ

ہماری آیتوں کو اور تھے وہ ان سے غفلت کرنے والے ○ اور وارث کر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے

مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى

اس زمین کی مشرقی اور مغربی جہتوں کا وہ (زمین) کہ برکت رکھی تھی ہم نے اس میں' اور پورا ہوا وعدہ آپ کے رب کا اچھا'

عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ

اوپر بنی اسرائیل کے بوجہ اسکے جو صبر کیا انہوں نے' اور تباہ کر دیں ہم نے وہ (فیکٹریاں) کہ تھا بناتا (ان کو) فرعون اور اسکی قوم

وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰي قَوْمٍ

اور ان (محلات) کو جو تھے وہ بلند کرتے ○ اور پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے' تو آئے وہ اوپر ایسے لوگوں کے

يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ

جو عبادت میں لگے ہوئے تھے اپنے بتوں کی' انہوں نے کہا' اے موسیٰ! بنا دے تو ہمارے لیے ایک معبود جس طرح کہ ہیں ان کے معبود

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ

(موسیٰ نے) کہا' بلاشبہ تم لوگ تو (یکسر) جاہل ہو ○ یقیناً یہ لوگ' تباہ ہونے والا ہے وہ (مذہب) کہ وہ اس میں (مشغول) ہیں' اور باطل ہے

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٩﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ

جو کچھ کہ ہیں وہ عمل کرتے ○ (موسیٰ نے) کہا کیا سوائے اللہ کے تلاش کروں میں تمہارے لیے معبود جبکہ اسی نے فضیلت دی ہے

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ

تمہیں جہانوں پر ○ اور جب نجات دی ہم نے تمہیں آل فرعون سے وہ دیتے تھے تمہیں بدترین عذاب،

يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

قتل کردیتے تھے وہ بیٹے تمہارے اور زندہ رہنے دیتے تھے عورتیں (بیٹیاں) تمہاری، اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے

عَظِيْمٌ ﴿١٤١﴾ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ ع ١٦ ١٢ ٩

بہت بڑی ○ اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا اور پورا کیا ہم نے ان کو ساتھ دس راتوں کے، تو پوری ہوگئی مدت مقررہ

رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ

اسکے رب کی چالیس راتیں اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے میری جانشینی کرنا میری قوم میں اور اصلاح کرنا (ان کی)

وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ

اور نہ پیروی کرنا راستے کی فساد کرنے والوں کے ○ اور جب آئے موسیٰ ہماری مقررہ مدت پر اور کلام کیا ان سے ان کے رب نے

قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ

تو کہا موسیٰ نے اے میرے رب! دکھا مجھے (اپنی جھلک) کہ دیکھوں میں تجھے، کہا ہرگز نہیں دیکھ سکے گا تو مجھے لیکن دیکھ تو طرف اس پہاڑ کی

فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا

پس اگر ٹھہرا رہا وہ اپنی جگہ پر تو ضرور دیکھ سکے گا تو بھی مجھے، پھر جب جلوہ ڈالا اس کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اس کو ریزہ ریزہ،

وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ

اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہو کر، پھر جب ہوش میں آئے تو کہا پاک ہے تو، توبہ کی میں نے تیری طرف اور میں ہوں سب سے پہلا

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٤٣﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ

مومن ○ کہا (اللہ نے) اے موسیٰ! بلاشبہ میں نے چن لیا ہے تجھے اوپر لوگوں کے اپنے پیغامات (پہنچانے) اور اپنی ہمکلامی کیلیے

فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

پس لے لے تو جو دیا میں نے تجھے اور ہو جا تو شکر گزاروں میں سے ○ اور لکھ دی ہم نے اس (موسیٰ) کے لیے تختیوں میں ہر چیز کی

مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ

نصیحت اور تفصیل ہر ایک شے کی، سو پکڑ لے تو ان کو ساتھ قوت کے اور حکم دے اپنی قوم کو کہ پکڑیں وہ اچھی باتیں ان کی

سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿١٤٥﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ

عنقریب دکھاؤں گا میں تمہیں گھر فاسقوں کا ○ اور البتہ پھیر دوں گا میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ

ناحق، اور اگر دیکھ لیں وہ ہر نشانی تو بھی نہ ایمان لائیں گے وہ ساتھ ان کے، اور اگر دیکھ لیں وہ راہ ہدایت

لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

تو نہ پکڑیں اسے (اپنے لیے) راستہ، اور اگر دیکھ لیں وہ راستہ گمراہی کا، تو پکڑ لیں اسے (اپنے لیے) راستہ، یہ اس لیے کہ بلاشبہ انہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ

جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تھے وہ ان سے غافل ○ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں اور ملاقات کو

الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع وَاتَّخَذَ ۱۷ ع ۷

آخرت کی، برباد ہوگئے ان کے عمل، نہیں بدلہ دیے جائیں گے وہ مگر ان کاموں کا جو تھے وہ کرتے ○ اور بنا لیا

قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا

موسیٰ کی قوم نے بعد (جانے) اس (موسیٰ) کے، اپنے زیورات سے ایک بچھڑا جو ایک جسم تھا اسکی آواز تھی گائے کی، کیا نہیں دیکھا انہوں نے

اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا وقف لازم

کہ وہ نہیں کلام کرتا ان سے اور نہیں بتلاتا انہیں کوئی راستہ؟ بنا لیا انہوں نے اسے (معبود) اور تھے وہ ظالم ○ اور جب

سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا

نادم ہوئے وہ اور دیکھا انہوں نے کہ بلاشبہ گمراہ ہوگئے ہیں وہ، تو کہا انہوں نے اگر نہ رحم کیا ہم پر ہمارے رب نے

وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ

اور نہ بخشا ہمیں، تو ضرور ہو جائیں گے ہم خسارہ پانے والوں میں سے ○ اور جب واپس آئے موسیٰ طرف اپنی قوم کی

غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ

غضب ناک، افسوس کرتے ہوئے، تو کہا بری ہے جو جانشینی کی تم نے میری میرے (جانے کے) بعد، کیا جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے؟

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ

اور ڈال دیں تختیاں اور پکڑ لیا سر اپنے بھائی کا، کھینچتے تھے اسکو اپنی طرف، کہا (ہارون) نے اے میرے ماں جائے! بیشک ان لوگوں نے

اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖؗ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ

کمزور سمجھا مجھے، اور قریب تھے کہ وہ قتل ہی کر دیتے مجھے، پس نہ ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ (شامل) کر تو مجھے ساتھ

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖؗ

ان لوگوں کے جو ظالم ہیں ○ کہا (موسیٰ نے) اے میرے رب! تو بخش دے مجھے اور میرے بھائی کو اور داخل فرما ہمیں اپنی رحمت میں

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ ۱۸ ع ۸

اور تو ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ○ بے شک وہ لوگ جنہوں نے بنایا بچھڑے کو (معبود) عنقریب پہنچے گا انہیں غضب

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿١٥٢﴾

ان کے رب کی طرف سے اور ذلت زندگانی دنیا میں اور اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو ○

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

اور وہ لوگ جنہوں نے عمل کیے برے پھر توبہ کی بعد ان کے اور ایمان لے آئے تو یقیناً آپ کا رب اس کے بعد

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ښ وَفِيْ نُسْخَتِهَا

البتہ بہت بخشنے والا ہے نہایت مہربان ○ اور جب ٹھنڈا ہوا موسیٰ کا غصہ تو اٹھالیں اس نے تختیاں' اور ان کے مضامین میں

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ

ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ○ اور منتخب کیے موسیٰ نے اپنی قوم میں سے

سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

ستر آدمی ہمارے مقررہ وقت کے لیے- پس جب پکڑ لیا ان کو زلزلے نے تو کہا موسیٰ نے اے میرے رب! اگر چاہتا تو

اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ

تو ہلاک کر دیتا انہیں پہلے اس سے اور مجھے بھی' کیا ہلاک کرتا ہے تو ہمیں بوجہ اسکے جو کیا بیوقوفوں نے ہم میں سے؟ نہیں ہے یہ

اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا

مگر آزمائش تیری' گمراہ کرتا ہے تو ساتھ اس (آزمائش) کے جسے چاہتا ہے' اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے' تو ہی ہمارا کارساز ہے

فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

پس بخش دے ہمیں اور رحم فرما ہم پر اور تو ہے بہترین بخشنے والا ○ اور لکھ دے تو ہمارے لیے اس دنیا میں

حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

بھلائی اور آخرت میں بھی' یقیناً ہم نے رجوع کیا تیری طرف' کہا (اللہ نے) میرا عذاب' پہنچاتا ہوں میں وہ جسے

اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ

چاہتا ہوں' اور میری رحمت' اس نے گھیر رکھا ہے ہر ایک چیز کو پس عنقریب لکھ دوں گا میں یہ (رحمت) ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں'

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

اور دیتے ہیں زکوٰۃ' اور وہ لوگ کہ وہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں ○ وہ لوگ جو اتباع کرتے ہیں

الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ

اس رسول کا' جو نبی امی ہے' وہ جو پاتے ہیں وہ اس کو لکھا ہوا اپنے ہاں تورات

وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ

اور انجیل میں' وہ حکم دیتا ہے انہیں اچھے کاموں کا' اور روکتا ہے انہیں برے کاموں سے' اور وہ حلال کرتا ہے ان کیلئے پاکیزہ چیزیں

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ

اور حرام ٹھہراتا ہے ان پر ناپاک چیزیں' اور اتارتا ہے ان سے ان کے بوجھ اور وہ طوق جو تھے اوپر ان کے

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ

پس وہ لوگ جو ایمان لائے ساتھ اس کے اور تعظیم کی اس کی اور مدد کی اس کی اور اتباع کیا اس نور کا جو نازل کیا گیا ساتھ اس کے

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۧ﴿۱۵۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَۨا ع ۱۹ ۹

یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ○ کہہ دیجیے اے لوگو! یقیناً میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف'

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا

وہ ذات کہ اسی کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی' نہیں ہے کوئی معبود (برحق) مگر وہی' وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے' پس ایمان لاؤ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ

تم ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے جو نبی امی ہے وہ جو (خود بھی) ایمان لاتا ہے ساتھ اللہ اور اسکے کلمات کے' اور اتباع کرو اسکا تا کہ تم

تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

ہدایت پاؤ ○ اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ہے جو رہنمائی کرتی ہے ساتھ حق کے اور ساتھ اسی (حق) کے وہ عدل کرتی ہے ○

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ

اور جدا جدا کر دیا ہم نے انہیں بارہ قبیلوں کے لحاظ سے (بارہ) جماعتوں میں' اور وحی کی ہم نے طرف موسیٰ کی جب پانی مانگا اس سے

قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ

اس کی قوم نے' یہ کہ مار تو لاٹھی اپنی (اس) پتھر پر' (اس نے ماری) تو پھوٹ پڑے اس (پتھر) سے بارہ چشمے' تحقیق

عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ

جان لیا ہر قبیلے نے اپنا گھاٹ' اور سایہ کیا ہم نے اوپر ان کے بادلوں کا' اور نازل کیا اوپر ان کے من

وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اور سلویٰ (اور کہا) کھاؤ تم ان پاکیزہ چیزوں سے جو رزق دیا ہم نے تمہیں' اور نہیں ظلم کیا انہوں نے ہم پر لیکن تھے وہ اپنی ہی جانوں پر

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ

ظلم کرتے ○ اور جب کہا گیا ان سے' ٹھہرو تم اس بستی میں اور کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو تم'

وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْۗـٰٔتِكُمْ ۭ

اور کہو معاف کر دے ہمیں' اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے' تو بخش دیں گے ہم تمہارے لیے تمہاری خطائیں'

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ

عنقریب زیادہ دیں گے ہم نیکی کرنے والوں کو ○ پس بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا تھا ان میں سے بات کو مخالف اس بات کے جو

قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۰

کہی گئی تھی ان سے' تو بھیجا ہم نے اوپر ان کے عذاب آسمان سے بوجہ اس کے جو تھے وہ ظلم کرتے ○

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ وقف لازم

اور پوچھیے ان (لوگوں) سے اس بستی کے بارے میں جو تھی ساحل سمندر پر' جب وہ حد سے تجاوز کرتے تھے ہفتے کے (دن کے) بارے میں

اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ

جب کہ آتی تھیں ان کے پاس مچھلیاں ان کی ان کے ہفتے کے دن میں ظاہر (پانی کے اوپر) اور جو دن ہفتے کا نہ ہوتا تو نہ آتیں وہ ان کے پاس

كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ النصف

اسی طرح ہم آزماتے تھے انہیں بوجہ اس کے جو تھے وہ نافرمانی کرتے ○ اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے کیوں

تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا

وعظ کرتے ہو تم ایسی قوم کو کہ اللہ ہلاک کرنے والا ہے انہیں یا عذاب دینے والا ہے انہیں عذاب سخت' تو انہوں نے کہا'

مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ

معذرت پیش کرنے کیلئے تمہارے رب کی طرف اور شاید کہ وہ ڈر جائیں ○ پس جب بھلا دیا انہوں نے جو نصیحت کیے گئے تھے وہ ساتھ اسکے

اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَـِٕيْسٍۢ

تو نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو روکتے تھے برے کام سے' اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا' ساتھ بدترین عذاب کے'

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا

بوجہ اس کے جو تھے وہ نافرمانی کرتے ○ پس جب سرکشی کی انہوں نے اس سے کہ روکے گئے تھے وہ اس سے' تو کہا ہم نے ان کو ہو جاؤ تم

قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ

بندر ذلیل ○ اور (یاد کرو) جب جتلا دیا آپ کے رب نے کہ وہ ضرور بھیجتا رہے گا اوپر ان کے روز قیامت تک ایسے شخص کو جو

يَّسُوْمُهُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

چکھاتا رہے گا انہیں برا عذاب' بلاشبہ آپ کا رب البتہ جلدی سزا دینے والا ہے اور یقیناً وہ البتہ بہت بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ○

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ

اور جدا جدا کر دیا ہم نے انہیں زمین میں کئی گروہ بنا کر' کچھ ان میں سے صالح تھے اور کچھ ان میں سے علاوہ اسکے' اور آزمایا ہم نے انہیں

بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا

ساتھ نعمتوں اور تکلیفوں کے تاکہ وہ رجوع کریں (اللہ کی طرف) ○ پھر جانشین بنے بعد ان کے ناخلف جو وارث ہوئے

الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ

کتاب (تورات) کے وہ لے لیتے سامان اس ادنیٰ (دنیا) کا اور کہتے کہ عنقریب بخش دیا جائے گا ہمیں اور اگر آئے ان کے پاس (پھر)

عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا

سامان اس جیسا ہی تو وہ لے لیں اسے (بھی)' کیا نہیں لیا گیا ان سے پختہ وعدہ کتاب میں یہ کہ وہ نہ کہیں

عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

اوپر اللہ کے سوائے حق کے؟ حالانکہ انہوں نے پڑھ لیا ہے جو کچھ اس میں ہے اور گھر آخرت کا بہت بہتر ہے ان لوگوں کے لیے

يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ

جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں' کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟ ○ اور وہ لوگ جو مضبوطی سے پکڑتے ہیں کتاب کو اور قائم کیا انہوں نے نماز کو'

اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ

تو یقیناً ہم نہیں ضائع کرتے اجر اصلاح کرنے والوں کا ○ اور جب اٹھایا ہم نے پہاڑ کو اوپر ان کے' گویا کہ وہ ایک سائبان ہے

وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور یقین کر لیا تھا انہوں نے کہ یقیناً وہ (پہاڑ) گرنے والا ہے ان پر' (کہا ہم نے) پکڑو اس (تورات) کو جو دی ہم نے تمہیں' ساتھ قوت کے

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع ۲۱ ۹ ۱۱

اور یاد کرو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم بچ جاؤ ○

پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے امام عظیم اور رسول کریم موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو انتہائی سرکش اور جابر قوم یعنی فرعون اور اس کے سرداروں اور اشراف کی طرف مبعوث کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی بڑی آیات و معجزات کا مشاہدہ کروایا کہ ان جیسے معجزات کا مشاہدہ کبھی نہیں ہوا۔ ﴿فَظَلَمُوْا بِهَا﴾ ''پس ظلم کیا انہوں نے ان کے مقابلے میں'' بایں صورت کہ انہوں نے اس حق کی پیروی نہ کی کہ جس کی پیروی نہ کرنا ظلم ہے اس کے برعکس انہوں نے تکبر کے ساتھ حق کو ٹھکرا دیا ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''پس دیکھو' کیا انجام ہوا مفسدوں کا'' یعنی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسے ہلاک کر دیا' دنیا میں کیسے ان کو ملعون اور مذموم ٹھہرایا اور قیامت کے روز بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہے گی۔ بہت برا ہے وہ انعام جو ان کو ملا ہے۔

یہ مجمل بیان تھا' اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَالَ مُوْسٰى﴾ ''موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا'' یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس آ کر اسے ایمان کی دعوت دی اور فرمایا: ﴿يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اے فرعون! میں رب العالمین کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں'' یعنی میں ایک عظیم ہستی کی طرف سے بھیجا گیا رسول ہوں جو عالم علوی اور عالم سفلی تمام جہانوں کا رب ہے جو مختلف تدابیر الٰہیہ کے ذریعے سے تمام مخلوق کی تربیت کرتا ہے۔ ان جملہ تدابیر میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو مہمل نہیں چھوڑتا بلکہ وہ انبیاء و مرسلین کو خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر ان کی طرف مبعوث کرتا ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرنے کی

جرأت نہیں کر سکتا کہ اسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے درآں حالیکہ اسے رسول نہ بنایا گیا ہو۔ جب اس عظیم ہستی کی یہ شان ہے اور اس نے مجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے۔ تو مجھ پر فرض ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھوں اور اس کی طرف وہی بات منسوب کروں جو حق ہے اور اگر میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ اور کہوں تو وہ مجھے بہت جلد عذاب میں مبتلا کر دے گا اور وہ مجھے ایسے پکڑے گا جیسے ایک غالب اور قادر ہستی پکڑتی ہے۔ پس یہ امر اس بات کا موجب ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کریں اور ان کے حکم کی تعمیل کریں، خاص طور پر جبکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آ گئی ہے جو اس حق پر دلالت کرتی ہے جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔ اس لئے ان پر واجب ہے کہ وہ آنجناب کی رسالت کے مقاصد پر عمل درآمد کریں۔ اس رسالت کے دو عظیم مقاصد ہیں۔

(۱) وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور ان کی اتباع کریں۔

(۲) بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں جو ایسی قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور یعقوب علیہ السلام کا سلسلہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام، اس سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ﴿قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ”اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو لاؤ دکھاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔“ ﴿فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ﴾ ”پس موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ واضح طور پر سانپ بن گیا“ جو بھاگ رہا تھا اور وہ سب کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ ﴿وَّنَزَعَ يَدَهٗ﴾ ”حضرت موسیٰ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان سے نکالا“ ﴿فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ﴾ ”پس وہ دیکھنے والوں کو (بغیر کسی عیب اور مرض کے) سفید نظر آتا تھا۔“ یہ دو بڑے معجزے جو موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور ان کی صداقت پر دلالت کرتے تھے کہ وہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے اگر ان کے پاس تمام معجزات آ جائیں وہ تب بھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

بنابریں ﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ﴾ ”قوم فرعون کے جو سردار تھے وہ کہنے لگے۔“ یعنی جب انہوں نے معجزات کو دیکھا اور ان معجزات نے ان کو مبہوت کر دیا تو وہ ایمان نہ لائے وہ معجزات کے لیے فاسد تاویلات تلاش کرنے لگے اور بولے ﴿اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ﴾ ”یہ بڑا ماہر جادوگر ہے۔“ یعنی یہ اپنے جادو میں بہت ماہر ہے۔

پھر وہ کمزور عقل اور کم فہم لوگوں کو ڈراتے ہوئے کہنے لگے ﴿يُّرِيْدُ﴾ یعنی اس فعل سے موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ ہے ﴿اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ﴾ ”کہ وہ تمہیں تمہارے وطن سے نکال باہر کرے۔“ ﴿فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ﴾ ”اب تمہاری کیا صلاح ہے“، یعنی انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ کیسے نمٹا جائے اور ان کے زعم کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کے ضرر سے کیسے بچا جائے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام جو کچھ لے کر آئے ہیں اگر اس کا مقابلہ کسی ایسی چیز

سے نہ کیا جائے جو اسے باطل اور بے اثر کر دے' تو موسیٰ کے معجزات عوام میں سے اکثر لوگوں کے ذہنوں کو متاثر کریں گے۔

تب وہ ایک رائے پر متفق ہوئے اور انہوں نے فرعون سے کہا ﴿اَرْجِهْ وَاَخَاهُ﴾ ''(فی الحال) موسیٰ (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کے معاملے کو معاف رکھیے۔'' یعنی دونوں بھائیوں کو روک کر ان کو مہلت دو اور تمام شہروں میں ہرکارے دوڑا دو جو مملکت کے لوگوں کو اکٹھا کریں اور تمام ماہر جادوگروں کو لے آئیں تاکہ وہ موسیٰ (علیہ السلام) کے معجزات کا مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ''ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو' نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے نہ تم اس کے خلاف کرو گے اور یہ مقابلہ ایک ہموار میدان میں ہوگا''۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ﴿مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ○ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى﴾ (طٰہٰ: ۲۰/۵۹۔۶۰) ''تمہارے لئے مقابلے کا دن عید کا روز مقرر ہے اور یہ کہ تمام لوگ چاشت کے وقت اکٹھے ہو جائیں۔ فرعون لوٹ گیا۔ اس نے اپنی تمام چالیں جمع کیں پھر مقابلے کے لیے آ گیا''۔

﴿وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور جادوگر فرعون کے پاس آ پہنچے۔'' جادوگر غالب آنے کی صورت میں انعام کا مطالبہ کرتے ہوئے فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے: ﴿اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ ''اگر ہم مقابلے میں کامیاب ہو گئے تو ہمیں انعام دیا جائے گا؟'' ﴿قَالَ﴾ فرعون نے کہا ﴿نَعَمْ﴾ ہاں تمہیں انعام سے نوازا جائے گا ﴿وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ ''(اور اس پر مستزاد یہ کہ) تم میرے مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔'' فرعون نے جادوگروں کو انعام و اکرام دینے' ان کو اپنے مقربین میں شامل کرنے اور ان کی قدر و منزلت بڑھانے کا وعدہ کر لیا تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیں۔ جب لوگوں کے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آئے۔ ﴿قَالُوْا﴾ تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ﴾ ''اے موسیٰ! یا تو تم ڈالو۔'' یعنی تمہارے پاس جو کچھ ہے تم سامنے لاتے ہو۔ ﴿وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ﴾ ''یا ہم ڈالتے ہیں۔'' یعنی ہم اپنا جادو دکھاتے ہیں۔

﴿قَالَ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿اَلْقُوْا﴾ ''ڈالو تم'' تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ ان جادوگروں کے پاس کیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس کیا ہے ﴿فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا﴾ ''پس جب انہوں نے ڈالیں۔'' یعنی جب انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں تو ان کے جادو کے سبب سے یوں لگا جیسے لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن گئی ہیں جو بھاگتے پھر رہے ہیں۔ ﴿سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اس طرح انہوں نے جادو کر کے ان کی نظر بندی کر دی اور اپنے جادو سے ان کو ڈرا دیا اور بہت بڑا جادو دکھایا۔'' جادو کی دنیا میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ﴿وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی ڈال دے'' پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا ﴿فَاِذَا هِيَ﴾ ''وہ فوراً'' یعنی عصا دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ﴿تَلْقَفُ

مَا يَاْفِكُوْنَ ﴾ اور انہوں نے جھوٹ اور شعبدہ بازی سے جو سانپ بنائے تھے' ان کو نگلتا گیا۔

﴿ فَوَقَعَ الْحَقُّ ﴾ ''تو حق ثابت ہو گیا۔'' یعنی اس بھرے مجمع میں حق واضح طور پر نمایاں اور ظاہر ہو گیا ﴿ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور جو کچھ وہ کرتے تھے سب باطل ہو گیا۔'' ﴿ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ ﴾ ''اس مقام پر وہ مغلوب ہو گئے۔'' ﴿ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴾ ''اور وہ حقیر بن کر رہ گئے'' ان کا باطل مضمحل اور ان کا جادو نابود ہو گیا اور انہیں وہ مقصد حاصل نہ ہو سکا جس کے حصول کا وہ گمان رکھتے تھے' جادوگروں پر حق عظیم واضح ہو گیا جو جادو کی مختلف اقسام اور جزئیات کو پہچانتے تھے جو کہ دوسرے لوگ نہ پہچانتے تھے۔۔۔ وہ جناب موسیٰ کے معجزات کی عظمت کے قائل ہو گئے پس انہوں نے پہچان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے جو کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

﴿ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ○ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴾ ''جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم جہانوں کے پروردگار پر ایمان لائے (یعنی) موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر۔'' یعنی موسیٰ علیہ السلام جن معجزات اور دلائل کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ ﴾ فرعون نے ان کے ایمان لانے پر ان کو دھمکی دیتے ہوئے کہا ﴿ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ﴾ ''کیا تم اس پر میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے؟'' وہ خبیث شخص' جابر حکمران تھا وہ ادیان و مذاہب کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترجیح دیتا تھا۔ ان لوگوں کے ہاں اور خود اس کے نزدیک بھی یہ بات تسلیم شدہ تھی کہ وہ اطاعت کا حق دار ہے اور ان کے اندر اس کا حکم نافذ ہے اور اس کے حکم سے سرتابی کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ ان حالات کا شکار ہو کر قومیں انحطاط پذیر ہوتی ہیں ان کی عقل کمزور اور اس کی قوت نفوذ کم ہو جاتی ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ﴾ (الزخرف: ۵۴/۴۳) ''پس اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انہوں نے اس کی بات مان لی''۔ یہاں فرعون نے کہا ﴿ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ﴾ ''اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے۔'' یعنی یہ تمہاری طرف سے سوء ادبی اور میرے حضور بہت بڑی جسارت ہے۔ پھر اس نے اپنی قوم کے سامنے فریب کاری سے کام لیتے ہوئے کہا ﴿ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ﴾ ''بے شک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تاکہ اہل شہر کو یہاں سے نکال دو۔'' یعنی موسیٰ (علیہ السلام) تمہارا سردار ہے تم نے اس کے ساتھ مل کر سازش کی تاکہ تم اس کے غلبہ حاصل کرنے میں مدد کرو۔ پھر تم اس کی اطاعت کرو' پھر تمام لوگ یا اکثر لوگ تمہاری اطاعت کریں اور تم سب مل کر یہاں کے لوگوں کو نکال باہر کرو۔ یہ سب جھوٹ تھا' فرعون خود بھی جانتا تھا اصل صورت احوال یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی ان میں سے کسی جادوگر سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی' فرعون اور اس کے ہرکاروں کے حکم پر ان جادوگروں کو جمع کیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے وہاں جو کچھ کر دکھایا تھا وہ معجزہ تھا۔ تمام جادوگر ان کو نیچا دکھانے سے عاجز رہے اور حق ان کے سامنے واضح ہو گیا اور وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا ﴿ فَسَوْفَ

﴿تَعْلَمُوْنَ﴾ ’’تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا‘‘ کہ تم کس سزا سے دوچار ہونے والے ہو۔

﴿لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ﴾ ’’میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا‘‘ وہ خبیث شخص سمجھتا تھا کہ یہ جادوگر زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں لہٰذا وہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو فسادیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوا دوں گا...... یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں ﴿ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ﴾ ’’پھر تم کو سولی دوں گا‘‘ یعنی کھجور کے تنوں پر تم سب کو سولی دے دوں گا۔ ﴿اَجْمَعِيْنَ﴾ ’’سب کو‘‘ یعنی یہ سزا تم میں سے کسی ایک کو نہیں دوں گا بلکہ تم سب اس سزا کا مزہ چکھو گے۔

ایمان لانے والے جادوگروں کو جب فرعون نے دھمکی دی تو انہوں نے کہا: ﴿اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ﴾ ’’ہم تو اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں‘‘ یعنی ہمیں تمہاری سزا کی کوئی پروا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بہتر ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لئے تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر لے۔ ﴿وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ﴾ ’’تجھ کو ہماری کون سی بات بری لگی ہے۔‘‘ یعنی وہ کون سی بری بات ہے جس پر تو ہماری نکیر کرتا ہے اور ہمیں دھمکی دیتا ہے۔ ہمارا کوئی گناہ نہیں ﴿اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا﴾ ’’سوائے اس کے کہ ہم ایمان لائے اپنے رب کی آیتوں پر جب وہ ہمارے پاس آئیں‘‘ پس اگر یہ گناہ ہے جس کو معیوب کہا جائے اور اس کے مرتکب کو سزا کا مستحق سمجھا جائے تو ہم نے اس گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر جادوگروں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں ثابت قدمی عطا کرے اور انہیں صبر سے نوازے۔ ﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا﴾ ’’ہم پر صبر عظیم کا فیضان کر‘‘۔۔۔ جیسا کہ (صَبْرًا) میں نکرہ کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔۔۔ کیونکہ یہ بہت بڑا امتحان ہے جس میں جان کے جانے کا بھی خطرہ ہے۔ پس اس امتحان میں صبر کی سخت ضرورت ہوتی ہے تاکہ دل مضبوط ہو اور مومن اپنے ایمان پر مطمئن ہو اور قلب سے بے یقینی کی کیفیت دور ہو جائے۔ ﴿وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ﴾ ’’اور ہمیں مسلمان مارنا۔‘‘ یعنی ہمیں اس حالت میں وفات دے کہ ہم تیرے تابع فرمان بندے اور تیرے رسول کی اطاعت کرنے والے ہوں۔

ظاہر ہے کہ فرعون نے جو دھمکی دی تھی اس پر عمل کیا ہو گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو ایمان پر ثابت قدم رکھا ہو گا۔ یہ تو تھا ان جادوگروں کا حال‘ فرعون‘ اس کے سرداروں اور ان کے پیروکار عوام نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ تکبر کیا اور ظلم کے ساتھ ان کا انکار کر دیا۔ انہوں نے فرعون کو موسیٰ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالنے پر اکساتے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ موسیٰ جو کچھ لائے ہیں سب باطل اور فاسد ہے...... کہا ﴿اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ﴾ ’’کیا تم موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دو گے کہ ملک میں خرابی کریں۔‘‘ یعنی کیا تم موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ رہے ہو‘ تاکہ وہ دعوت توحید‘ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تلقین کے ذریعے سے زمین میں فساد پھیلائے۔ حالانکہ ان اخلاق و اعمال میں زمین کی اصلاح ہے اور جس راستے پر فرعون اور اس کے سردار گامزن تھے‘ وہ درحقیقت فساد کا راستہ ہے مگر ان ظالموں کو کوئی پروا نہ تھی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

﴿وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ﴾ ”وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے“ اور لوگوں کو تیری اطاعت کرنے سے روک دے۔ ﴿قَالَ﴾ فرعون نے ان کو جواب دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ اس حالت میں رکھے گا جس سے ان کی آبادی اور تعداد میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اس طرح فرعون اور اس کی قوم ۔۔۔۔ بزعم خود ۔۔۔۔ ان کے ضرر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ کہنے لگا: ﴿سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ﴾ ”ہم ان کے بیٹوں کو قتل اور عورتوں کو زندہ رکھیں گے“ یعنی ان کی عورتوں کو باقی رکھیں گے اور انہیں قتل نہیں کریں گے۔ جب تک یہ حکمت عملی اختیار کریں گے تو ہم ان کی کثرت تعداد سے محفوظ رہیں گے اور ہم باقی ماندہ لوگوں سے خدمت بھی لیتے رہیں گے اور ان سے جو کام چاہیں گے لیں گے۔ ﴿وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ﴾ ”اور ہم ان پر غالب ہیں“ یعنی وہ ہماری حکمرانی اور تغلب سے باہر نکلنے پر قادر نہ ہوں گے۔ یہ فرعون کا انتہا کو پہنچا ہوا ظلم و جبر اس کی سرکشی اور بے رحمی تھی۔

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ﴾ ”موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔“ ان حالات میں جن میں وہ کچھ کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر وہ ان حالات کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو وصیت کرتے ہوئے کہا: ﴿اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ﴾ ”اللہ سے مدد طلب کرو“ یعنی اس چیز کے حصول میں جو تمہارے لئے فائدہ مند ہے اور اس چیز کو دور ہٹانے میں جو تمہارے لئے ضرر رساں ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ اس پر اعتماد کرو وہ تمہارے معاملے کو پورا کرے گا۔ ﴿وَاصْبِرُوْا﴾ ”اور صبر کرو۔“ یعنی مصائب و ابتلاء کے دور ہونے کی امید رکھتے ہوئے صبر کا التزام کرو۔ ﴿اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ﴾ ”زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے“ فرعون اور اس کی قوم کی ملکیت نہیں کہ وہ اس زمین میں حکم چلائیں ﴿يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ”وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے بناتا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور حکمت کے مطابق زمین کی حکمرانی باری باری لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ مگر اچھا انجام متقین کا ہوتا ہے کیونکہ اس حکمرانی کی مدت میں اگر ان کو امتحان میں ڈالا جائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور اس کی حکمت کے تحت۔ تب بھی بالآخر کامیابی انہی کے لئے ہے۔

﴿وَالْعَاقِبَةُ﴾ ”اور اچھا انجام“ ﴿لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ”متقین کے لئے ہے“ یعنی جو اپنی قوم کے بارے میں تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ یہ بندۂ مومن کا وظیفہ ہے کہ مقدور بھر ایسے اسباب مہیا کرتا رہے جن کے ذریعے سے وہ دوسروں کی طرف سے دی ہوئی اذیت سے اپنی ذات کو بچا سکے اور جب وہ ایسا کرنے سے عاجز آ جائے تو صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور اچھے وقت کا انتظار کرے۔

﴿قَالُوْٓا﴾ بنی اسرائیل نے جو کہ طویل عرصے سے فرعون کی تعذیب اور عقوبت برداشت کرتے کرتے تنگ آ چکے تھے ۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا﴾ ”ہمیں تکلیفیں دی گئیں آپ کے آنے سے پہلے“ کیونکہ انہوں نے ہمیں بدترین عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا وہ ہمارے بیٹوں کو قتل کر دیا کرتے تھے اور ہماری

عورتوں کو زندہ رکھتے تھے ﴿وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا﴾ ’’اور آپ کے آنے کے بعد بھی‘‘ ایسا ہی سلوک ہے ﴿قَالَ﴾ جناب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو آل فرعون کے شر سے نجات اور اچھے وقت کی امید دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ’’امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنا دے‘‘ یعنی زمین میں تمہیں حکومت عطا کر دے اور زمین کا اقتدار اور تدبیر تمہارے سپرد کر دے۔ ﴿فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو‘‘ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہو یا ناشکری کرتے ہو۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ تھا اور جب وہ وقت آ گیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا تو اس نے یہ وعدہ پورا کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آخری مدت میں آل فرعون کے ساتھ جو معاملہ کیا اللہ تعالیٰ اس کا حال بیان فرماتا ہے کہ قوموں کے بارے میں اس کی سنت اور عادت یہ ہے کہ وہ سختیوں اور تکلیفوں کے ذریعے سے ان کو آزماتا ہے شاید کہ وہ اس کے سامنے فروتنی کا اظہار کریں ﴿وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ﴾ ’’ہم نے ان پر خشک سالی اور قحط کو مسلط کر دیا‘‘ ﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ’’اور میووں کے نقصان میں پکڑا تا کہ نصیحت حاصل کریں‘‘ یعنی ان پر جو قحط سالی مسلط کی گئی، اور جو مصیبت نازل کی گئی شاید وہ اس سے نصیحت پکڑیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے، شاید وہ اپنے کفر سے رجوع کریں۔ مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ اپنے ظلم اور فساد پر بدستور جمے رہے۔ ﴿فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ﴾ ’’پس جب پہنچتی ان کو بھلائی‘‘ یعنی جب انہیں شادابی اور رزق میں کشادگی حاصل ہوتی۔ ﴿قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ﴾ تو کہتے ’’ہم اس کے مستحق تھے‘‘ اور اللہ تعالیٰ کے شکر گزار نہ ہوتے۔ ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ﴾ ’’اور اگر پہنچتی ان کو کوئی برائی‘‘ یعنی جب ان پر قحط اور خشک سالی وارد ہوتی ﴿يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ﴾ ’’تو نحوست بتلاتے موسیٰ کی اور اس کے ساتھیوں کی‘‘ یعنی وہ کہتے کہ اس تمام مصیبت کا سبب موسیٰ (علیہ السلام) کی آمد اور بنی اسرائیل کا ان کی اتباع کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ’’ان کی بدشگونی تو (اللہ کی قضا وقدر سے) اس کے ہاں مقدر ہے‘‘ اور یہ معاملہ ایسے نہیں جیسے وہ کہتے ہیں بلکہ ان کا کفر اور ان کے گناہ ہی بدشگونی کا اصل سبب ہیں ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ’’لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے‘‘ بنا بریں وہ یہ سب کچھ کہتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْا﴾ ’’اور انہوں نے کہا‘‘ یعنی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر واضح کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے باطل پر قائم رہیں گے۔ ﴿مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ یعنی ہمارے ہاں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ تو جادوگر ہے تو جو بھی کوئی معجزہ لے کر آئے ہمیں قطعی یقین ہے کہ وہ جادو ہے اس لئے ہم تجھ پر ایمان لاتے ہیں نہ تیری تصدیق کرتے ہیں۔ یہ عناد کی انتہا ہے جس نے کفار کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ ان پر کوئی معجزہ نازل ہو یا نہ ہو ان کے لیے حالات برابر ہیں۔ ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ﴾ ’’ہم نے ان پر طوفان بھیجا۔‘‘ یعنی ہم نے بہت

بڑا سیلاب بھیجا جس میں ان کی کھیتیاں اور باغات ڈوب گئے اور انہیں بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ ﴿وَالْجَرَادَ﴾ ''اور ٹڈیاں'' ہم نے ان پر ٹڈی دل بھیجا جو ان کے باغات' کھیتوں اور ہر قسم کی نباتات کو چٹ کر گیا۔ ﴿وَالْقُمَّلَ﴾ ''اور جوئیں۔'' بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد چھوٹی ٹڈی ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس سے مراد معروف جوں ہے۔ ﴿وَالضَّفَادِعَ﴾ ''اور مینڈک'' پس مینڈکوں نے ان کے برتنوں وغیرہ کو بھر دیا' ان کے لیے سخت تکلیف اور قلق کا باعث بنے ﴿وَالدَّمَ﴾ ''اور خون'' یا تو اس سے مراد نکسیر ہے یا اس سے مراد یہ ہے جیسا کہ بہت سے مفسرین کی رائے ہے کہ ان کا پینے والا پانی خون میں بدل جاتا تھا' وہ خون کے سوا کچھ نہیں پی سکتے تھے اور کچھ نہیں پکا سکتے تھے۔

﴿اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ﴾ ''نشانیاں جدا جدا'' یہ اس بات کے واضح دلائل تھے کہ وہ جھوٹے اور ظالم ہیں اور موسیٰ علیہ السلام حق اور صداقت پر ہیں۔ ﴿فَاسْتَكْبَرُوْا﴾ ''پس انہوں نے تکبر کیا۔'' جب انہوں نے ان معجزات الٰہی کو دیکھا تو تکبر کرنے لگے ﴿وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ﴾ ''اور وہ لوگ تھے ہی گناہ گار۔'' یعنی پہلے ہی سے ان کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مجرموں کی قوم تھی۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور ان کو گمراہی پر برقرار رکھا۔

﴿وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ﴾ ''اور جب ان پر عذاب واقع ہوا'' اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد طاعون ہو' جیسا کہ بہت سے مفسرین کی رائے ہے اور اس سے مراد وہ عذاب بھی ہو سکتا ہے جس کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے یعنی طوفان' ٹڈی دل' جوئیں' مینڈک اور خون۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب تھیں...... یعنی جب ان پر ان میں سے کوئی عذاب نازل ہوتا۔ ﴿قَالُوْا یٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ﴾ ''تو کہتے اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر' اس عہد کی وجہ سے جو اللہ نے تجھ سے کیا ہوا ہے'' یعنی وہ موسیٰ علیہ السلام کو سفارشی بناتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وحی اور شریعت کا عہد کر رکھا ہے اور کہتے: ﴿لَىِٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْٓ اِسْرَاۗءِیْلَ﴾ ''اگر دور کر دیا تو نے ہم سے یہ عذاب' تو بے شک ہم ایمان لے آئیں گے تجھ پر اور جانے دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو''۔ وہ اس بارے میں سخت جھوٹے تھے اور اس بات سے ان کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا کہ ان سے وہ عذاب دور ہو جائے جو ان پر نازل ہو چکا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ جب عذاب ایک بار دور ہو گیا' دوبارہ کوئی عذاب واقع نہیں ہوگا۔

﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ﴾ ''پھر جب ہم ایک مدت کے لیے جس تک ان کو پہنچنا تھا ان سے عذاب دور کر دیتے۔'' یعنی جب ایک مدت تک ان سے عذاب دور کر دیا جاتا جس مدت تک اللہ تعالیٰ نے ان کی بقا مقدر کی تھی۔ یہ عذاب ہمیشہ کے لیے ان سے دور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ایک مقرر وقت تک کے لیے اس عذاب کو ہٹایا جاتا تھا۔ ﴿اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ﴾ ''تو اسی وقت عہد توڑ ڈالتے'' وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دینے کے عہد کو' جو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا' توڑ دیتے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے نہ انہوں نے بنی اسرائیل کو آزاد کیا' بلکہ وہ اپنے کفر پر جمے رہے اور اسی میں سرگرداں رہے اور بنی اسرائیل کو تعذیب دینا

انہوں نے اپنی عادت بنالیا تھا۔ ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ﴾ ”پھر بدلہ لیا ہم نے ان سے“ یعنی جب ان کی ہلاکت کے لیے مقرر کیا ہوا وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر وہاں سے نکل جائیں اور ان کو آگاہ فرمادیا کہ فرعون اپنی فوجوں کے ساتھ ضرور اس کا پیچھا کرے گا ﴿ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴾ (الشعراء: ٢٦/٥٣) ”پس فرعون نے تمام شہروں میں اپنے نقیب روانہ کر دیئے۔“ تاکہ وہ لوگوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کا تعاقب کریں اور کہلا بھیجا۔ ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ○ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ○ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ○ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ○ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ○ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ○ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ○ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ○ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ○ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ (الشعراء: ٢٦/٥٤-٦٦) ”یہ لوگ ایک نہایت قلیل سی جماعت ہیں اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں اور ہم سب تیار اور چوکنے ہیں۔ پس ہم نے ان کو باغات اور چشموں سے نکال باہر کیا اور اس طرح ان کو خزانوں اور اچھے مکانوں سے بے دخل کیا اور ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا۔ پس سورج نکلتے ہی انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے اصحاب نے کہا ہم تو پکڑ لئے گئے۔ موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں، میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور مجھے راہ دکھائے گا۔ پس ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا سمندر پر مارو تو سمندر پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا یوں لگا جیسے بہت بڑا پہاڑ ہو اور ہم وہاں دوسروں کو بھی قریب لے آئے اور موسیٰ اور ان کے تمام ساتھیوں کو ہم نے نجات دی پھر دوسروں کو غرق کر دیا“۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ ”پس ہم نے ان کو دریا میں ڈبو دیا اس لیے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے اور ان سے بے پروائی کرتے تھے۔“ یعنی ان کے آیات الٰہی کو جھٹلانے اور حق سے روگردانی کرنے کے سبب سے، جس پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں، ہم نے ان کو غرق کر دیا۔ ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ ﴾ ”اور وارث کر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے“ یعنی بنی اسرائیل جو زمین میں کمزور لوگ تھے جو آل فرعون کی خدمت پر مامور تھے اور آل فرعون ان کو بدترین عذاب دیا کرتے تھے۔ ﴿ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا ﴾ ”اس زمین کے مشرق و مغرب کا“ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا۔ یہاں (ارض) سے مراد سرزمین مصر ہے ① جہاں بنی اسرائیل کو مطیع اور غلام بنا

---

① بنو اسرائیل کا مصر سے نکلنے کے بعد تاریخی طور پر دوبارہ مصر جانا ثابت نہیں۔ اس لیے یہاں زمین سے مراد، جس کا وارث اور حکمران بنو اسرائیل کو بنایا گیا، شام و فلسطین کا علاقہ ہے۔ اس علاقے پر عمالقہ کی حکمرانی تھی۔ حضرت موسیٰ اور ←

کر رکھا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا اور ان کو اس کی حکمرانی عطا کر دی۔ ﴿ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ ”جس میں برکت رکھی ہے ہم نے اور پورا ہو گیا نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر بسبب ان کے صبر کرنے کے“ اور یہ اس وقت ہوا جب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا ﴿ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴾ (الأعراف: ۱۲۸/۷) ”اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے زمین کا وارث بنا دیتا ہے۔ اچھا انجام تو پرہیزگاروں کے لیے ہے“۔

﴿ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ ﴾ ”اور تباہ کر دیا ہم نے جو کچھ بنایا تھا فرعون اور اس کی قوم نے“ یعنی ہم نے ان کی حیران کن عالی شان عمارتیں اور سجے سجائے گھر تباہ کر دیے ﴿ وَمَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴾ ”اور (وہ انگور کے باغات تباہ کر دیے) جو وہ چھتریوں پر چڑھاتے تھے“۔ یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کے باعث خالی پڑے ہیں۔ بے شک اس میں علم رکھنے والے لوگوں کے لیے نشانی ہے۔

﴿ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ ﴾ ”اور پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے“ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون اور اس کی قوم سے نجات دے کر سمندر سے پار کیا اور فرعون اور اس کی قوم کو بنی اسرائیل کے سامنے ہلاک کر ڈالا۔ ﴿ فَاَتَوْا ﴾ ”پس وہ پہنچے۔“ یعنی ان کا گزر ہوا ﴿ عَلٰى قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ﴾ ”ایک قوم پر جو اپنے بتوں کے پوجنے میں لگی ہوئی تھی۔“ یعنی وہ ان بتوں کے پاس ٹھہرتے تھے، ان سے برکت حاصل کرتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ بنی اسرائیل نے اپنی جہالت اور بے وقوفی کی بنا پر، اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزات دکھائے تھے، اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے کہا ﴿ یٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ﴾ ”اے موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں، ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو۔“ یعنی تو ہمارے لئے بھی جائز کر دے کہ ہم بھی بتوں کو معبود بنائیں جیسے ان لوگوں نے بتوں کو معبود بنایا ہوا ہے۔

﴿ قَالَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا ﴿ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾ ”تم لوگ تو جہالت کا ارتکاب کرتے ہو“ اس شخص کی جہالت سے بڑھ کر کون سی جہالت ہو سکتی ہے جو اپنے رب اور خالق سے جاہل ہے اور چاہتا ہے کہ وہ غیر اللہ کو اس کا ہمسر بنائے، جو کسی نفع نقصان کا مالک نہیں اور نہ زندگی اور موت اور دوبارہ اٹھایا جانا اس کے اختیار میں ہے؟ بنا بریں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾ ”یہ لوگ

➤ ہارون علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے عمالقہ کو شکست دی اور بنو اسرائیل کے لیے یہاں آنے کا راستہ ہموار کیا۔ قرآن کے الفاظ ”ہم نے اس زمین میں برکت رکھی۔“ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن نے دوسرے مقام (بنی اسرائیل: ۱/۱۷) پر ارض فلسطین ہی کو بابرکت کہا ہے۔ (ص۔ ی)

تباہ ہونے والی ہے وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں‘‘ کیونکہ ان کا ان معبودوں کو پکارنا باطل، یہ معبود خود باطل، وہ عمل جو وہ کرتے ہیں باطل اور اس کی غرض و غایت باطل ہے۔

فرمایا ﴿ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا ﴾ ’’کیا میں اللہ کے سوا تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں‘‘۔ یعنی کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو اپنی ذات‘ صفات اور افعال میں کامل معبود ہے‘ تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کروں ﴿ وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ’’حالانکہ اس نے تمہیں تمام دنیا پر فضیلت بخشی ہے‘‘ اور اس فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنو۔۔۔ اور شکر گزاری یہ ہے کہ تم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت کا مستحق جانو اور ہر اس ہستی کا انکار کرو جسے اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ﴾ ’’اور جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی۔‘‘ یعنی جب ہم نے تمہیں فرعون اور آل فرعون سے نجات دی ﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ ’’دیتے تھے وہ تم کو برا عذاب‘‘ انہوں نے تم پر بدترین عذاب مسلط کر رکھا تھا۔ ﴿ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ ﴾ ’’کہ مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں‘‘ یعنی ان کے عذاب سے نجات میں ﴿ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ ’’تمہارے رب کی طرف سے جلیل ترین نعمت اور بے پایاں احسان تھا۔‘‘ یا اس کا معنی یہ ہے کہ آل فرعون کی طرف سے تم پر جو عذاب مسلط تھا اس میں ’’تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے ایک بہت بڑی آزمائش تھی‘‘۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو وعظ و نصیحت کی تو وہ اس سے باز آ گئے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلا کر اور زمین میں اقتدار عطا کر کے ان پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ شرعی احکام اور صحیح عقائد پر مشتمل کتاب نازل کر کے ان پر معنوی نعمت کی بھی تکمیل کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس راتیں اور شامل کر کے چالیس راتوں کی میعاد پوری کر دی تاکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وعدے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں، تاکہ اس کے نزول کا موقع ان کے ہاں ایک عظیم موقع ہو اور اس کے نزول کا انہیں اشتیاق ہو۔ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے مقرر کردہ وعدے پر جانے لگے تو انہوں نے ہارون علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے بارے میں‘ جن پر وہ بہت شفقت فرماتے تھے‘ وصیت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ ﴾ ’’میرے بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو۔‘‘ یعنی تم ان کے اندر میرے خلیفہ ہو‘ ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا جو میں کیا کرتا تھا ﴿ وَاَصْلِحْ ﴾ ’’اصلاح کرتے رہنا۔‘‘ یعنی اصلاح کے راستے پر گامزن رہنا۔ ﴿ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ ’’اور مفسدوں کی راہ مت چلنا‘‘ یہاں مفسدین سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا ﴾ ”اور جب پہنچے موسیٰ اپنے وعدے پر“ یعنی وہ وعدہ جو ہم نے کتاب نازل کرنے کے لیے کر رکھا تھا ﴿ وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ﴾ ”اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے کلام کے ذریعے سے وحی نازل کی اور ان کو اوامر و نواہی سے نوازا‘ تو اپنے رب کی محبت اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی چاہت پیدا ہوئی۔ ﴿ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ﴾ ”عرض کیا‘ اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کروں“ ﴿ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ ﴾ ”فرمایا‘ تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔“ یعنی اس وقت تو میرے دیدار کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کو اس کائنات میں اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتے اور نہ وہ اس کے دیدار کی طاقت رکھتے ہیں اور یہ چیز اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ جنت میں بھی اس کا دیدار نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ قرآن اور احادیث نبوی کی نصوص دلالت کرتی ہیں کہ اہل جنت اپنے رب کا دیدار کریں گے اور اس کے چہرۂ انور کے جلوے سے متمتع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو جنت میں ایسی کامل تخلیق سے نوازے گا جس کی بنا پر وہ اس کا دیدار کر سکیں گے۔ اسی لئے اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنے دیدار کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی عدم قبولیت پر تسلی کے لیے اپنی تجلی کے سامنے پہاڑ کے قائم رہ سکنے کی شرط عائد کی۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ ﴾ ”لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو‘ اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا“ یعنی جب پہاڑ پر اللہ تعالیٰ اپنی تجلی فرمائے اور پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہ جائے۔ ﴿ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ﴾ ”تو تو مجھے دیکھ سکے گا“

﴿ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ ﴾ ”جب موسیٰ کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی“ جو کہ نہایت سخت اور ٹھوس تھا۔ ﴿ جَعَلَهٗ دَكًّا ﴾ ”تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی تجلی کے سامنے خوف اور گھبراہٹ کی وجہ سے پہاڑ ریت کے ذروں کی مانند ہو گیا ﴿ وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ﴾ ”اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔“ یعنی پہاڑ کو ریزہ ریزہ ہوتے دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ ﴿ فَلَمَّآ اَفَاقَ ﴾ ”جب وہ ہوش میں آئے۔“ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جب پہاڑ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے سامنے کھڑا نہ رہ سکا تو موسیٰ علیہ السلام کا اس کو برداشت کرنا بدرجہ اولیٰ ناممکن تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی جو بے موقع اور بے محل ان سے صادر ہوا تھا۔ اس لئے انہوں نے عرض کیا ﴿ سُبْحٰنَكَ ﴾ ”تیری ذات پاک ہے۔“ یعنی تو بہت بڑا اور ہر اس چیز سے پاک اور منزہ ہے جو تیری شان کے لائق نہیں۔ ﴿ تُبْتُ اِلَيْكَ ﴾ ”اور میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔“ یعنی میں تمام گناہوں اور اس سوء ادبی سے جو میں تیری جناب میں کر بیٹھا ہوں تیرے پاس توبہ کرتا ہوں۔ ﴿ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”اور میں سب سے پہلے یقین لایا“ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس چیز کے ساتھ اپنے ایمان کی تجدید کی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی تکمیل فرمائی اور اس چیز کو ترک کر دیا جس

کے بارے میں وہ اس سے قبل لاعلم تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دیدار سے محروم کر دیا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی کے بہت مشتاق تھے۔۔۔۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خیر کثیر سے نواز دیا۔

﴿ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ ﴾ ”اے موسیٰ! میں نے [illegible] کو لوگوں میں سے ممتاز کیا ہے۔“ یعنی میں نے تجھے چن لیا‘ تجھے فضیلت عطا کی اور تجھے خاص طور پر عظیم فضائل اور جلیل القدر مناقب سے نوازا ﴿ بِرِسٰلٰتِىْ ﴾ ”اپنی رسالت کے لئے“ جو ایسا منصب ہے جو بطور خاص صرف مخلوق میں سے بہترین شخص کو عطا کرتا ہوں۔ ﴿ وَبِكَلَامِىْ ﴾ ”اور اپنے کلام کے لئے“ میں نے بلاواسطہ تجھ سے کلام کیا۔ یہ فضیلت بطور خاص موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی اور وہ تمام انبیاء و مرسلین میں اسی صفت سے معروف ہیں۔

﴿ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ ﴾ ”تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے اسے پکڑ رکھو۔“ یعنی میں نے تمہیں جو نعمتیں عطا کی ہیں ان سے استفادہ کرو اور میں نے جو احکام امر و نہی نازل کئے ہیں انہیں شرح صدر اور اطاعت مندی کے ساتھ قبول کرو ﴿ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ ”اور (میرا) شکر بجالاؤ۔“ اللہ تعالیٰ نے تجھے فضیلت عطا کی ہے اور تجھے اپنا خاص بندہ بنایا‘ اس پر اس کا شکر ادا کرو۔ ﴿ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ ﴾ ”اور ہم نے (تورات کی) تختیوں میں ان کے لیے ہر چیز لکھ دی۔“ یعنی ہر وہ چیز جس کے بندے محتاج ہوتے ہیں۔ ﴿ مَّوْعِظَةً ﴾ ”اور نصیحت“ یعنی لوگوں کو بھلائی کے کاموں کی ترغیب دیتی اور برائی کے کاموں سے ڈراتی ہے۔ ﴿ وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ﴾ ”اور ہر چیز کی تفصیل“ یعنی احکام شریعت‘ عقائد‘ اخلاق اور آداب وغیرہ کی پوری تفصیل موجود ہے۔ ﴿ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ ﴾ ”پس پکڑ لو ان کو زور سے“ یعنی ان احکام کو قائم کرنے کی بھرپور جدوجہد کیجئے۔ ﴿ وَاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ﴾ ”اور حکم کرو اپنی قوم کو کہ پکڑے رہیں اس کی بہتر باتیں“ اس سے مراد واجب اور مستحب احکامات ہیں کیونکہ یہی بہترین احکام ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر شریعت میں اللہ تعالیٰ کے احکام نہایت کامل‘ عادل اور اچھائی پر مبنی ہوتے ہیں۔ ﴿ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ ”عنقریب میں دکھلاؤں گا تم کو نافرمانوں کا گھر“ یعنی اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کے گھروں کو باقی رکھتا ہے‘ ان سے توفیق یافتہ اور متواضع مومن نصیحت پکڑتے ہیں۔

رہے اہل ایمان کے علاوہ دیگر لوگ تو ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ ﴾ ”میں اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا“ یعنی آفاق اور انفس میں موجود نشانیوں سے عبرت پکڑنے اور کتاب اللہ کی آیات کے فہم سے میں ان کو روک دوں گا۔ ﴿ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ ”ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق“ یعنی جو بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش آتے ہیں‘ حق کے ساتھ تکبر کا رویہ رکھتے ہیں اور ہر اس شخص کو تکبر سے ملتے ہیں جو ان کے پاس آتا ہے اور جس کا یہ رویہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت سی بھلائی سے محروم کر دیتا ہے اور اسے اپنے

حال پر چھوڑ دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سمجھ سکتا ہے نہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔۔۔۔ بلکہ بسا اوقات اس کے سامنے حقائق بدل جاتے ہیں اور وہ بدی کو نیکی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ ﴿وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا﴾ ’’اگر وہ دیکھ لیں ساری نشانیاں‘ ایمان نہ لائیں ان پر‘‘ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے روگردانی کرتے ہیں اور ان پر اعتراضات کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرتے ہیں ﴿وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ﴾ ’’اور اگر دیکھیں وہ ہدایت کا راستہ‘‘ یعنی ہدایت اور استقامت کی راہ۔۔۔ اور یہ وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک اور عزت و اکرام کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ ﴿لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا﴾ ’’تو نہ ٹھہرائیں اس کو راہ‘‘ یعنی وہ اس راستے پر گامزن ہوتے ہیں اور نہ اس پر گامزن ہونے کی رغبت رکھتے ہیں۔ ﴿وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ﴾ ’’اور اگر دیکھیں وہ گمراہی کا راستہ‘‘ یعنی جو اپنے چلنے والے کو بدبختی کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ ﴿يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا﴾ ’’تو اس کو ٹھہرا لیں راہ‘‘ یعنی اسی راستے پر رواں دواں رہتے ہیں۔ ان کے اس انحراف کا سبب یہ ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ﴾ ’’یہ اس لئے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان سے بے خبر رہے‘‘ پس ان کا آیات الٰہی کو ٹھکرا دینا اور ان کے بارے میں غفلت اور حقارت کا رویہ اختیار کرنا یہی ان کو گمراہی کے راستوں پر لے جانے اور رشد و ہدایت کی راہ سے ہٹانے کے موجب بنے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ’’اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری (ان عظیم) آیات کو جھٹلایا‘‘ جو اس چیز کی صحت پر دلالت کرتی ہیں جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو مبعوث کیا ہے۔ ﴿وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾ ’’اور آخرت کی ملاقات کو‘ برباد ہو گئے اعمال ان کے‘‘ کیونکہ ان کی کوئی اساس نہ تھی اور ان کے صحیح ہونے کی شرط مفقود تھی۔ اعمال کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان رکھا جائے اور اس کی جزا و سزا کی تصدیق کی جائے ﴿هَلْ يُجْزَوْنَ﴾ ’’وہی بدلہ پائیں گے‘‘ ان کے اعمال کے اکارت جانے اور ان کے مقصود کے حصول کی بجائے اس کے متضاد امور کے حاصل ہونے میں ﴿اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ’’جو کچھ وہ عمل کرتے تھے‘‘ کیونکہ اس شخص کے اعمال‘ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا‘ وہ ان اعمال پر کسی ثواب کی امید نہیں رکھتا اور نہ ان اعمال کی غرض و غایت ہی ہوتی ہے‘ پس بنابریں یہ اعمال باطل ہو گئے۔

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا﴾ ’’اور بنا لیا موسیٰ کی قوم نے اس کے پیچھے اپنے زیور سے بچھڑا‘ ایک بدن‘‘۔ بچھڑے کے اس بت کو سامری نے بنایا تھا۔ اس نے فرشتے کے نشان قدم سے مٹھی بھر مٹی لے کر بچھڑے کے بت پر ڈال دی۔ ﴿لَّهٗ خُوَارٌ﴾ ’’اس کی آواز تھی۔‘‘ اس میں سے بچھڑے کی آواز آنے لگی۔ بنی اسرائیل نے اس کو معبود مان لیا اور اس کی عبادت کرنے لگے۔

سامری نے کہا ’’یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے‘ موسیٰ اسے بھول گیا ہے اور اسے تلاش کرتا پھر رہا ہے‘‘ ...... یہ

ان کی سفاہت اور قلت بصیرت کی علامت تھی ان پر زمین اور آسمانوں کے پروردگار اور ایک بچھڑے کے درمیان کیسے اشتباہ واقع ہو گیا۔ بچھڑا تو کمزور ترین مخلوق ہے؟ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اس بچھڑے کے اندر ایسی صفات ذاتی یا صفات فعلی موجود نہیں ہیں جو اس کے معبود ہونے کے استحقاق کو ثابت کرتی ہوں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ﴾ ”کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرتا“ یعنی کلام کرنے سے محرومی ایک بہت بڑا نقص ہے‘ وہ خود اس حیوان سے زیادہ کامل حالت کے مالک ہیں جو بولنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ ﴿وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا﴾ ”اور نہیں بتلاتا ان کو راستہ“ یعنی وہ کسی دینی طریقے کی طرف ان کی راہنمائی نہیں کر سکتا اور نہ انہیں کوئی دنیاوی فائدہ عطا کر سکتا ہے۔

انسانی عقل و فطرت میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی ایسی ہستی کو خدا بنانا جو کلام نہیں کر سکتی جو کسی کو نفع و نقصان نہیں دے سکتی‘ سب سے بڑا باطل اور سب سے بڑی بے وقوفی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾ ”انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظالم تھے“ کیونکہ انہوں نے ایسی ہستی کی عبادت کی جو عبادت کی مستحق نہ تھی‘ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کرتا ہے‘ تو وہ تمام خصائص الٰہیہ کا منکر ہے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کلام نہ کرنا اس ہستی کے الٰہ ہونے کی عدم صلاحیت پر دلیل ہے جو کلام نہیں کر سکتی۔

﴿وَلَمَّا﴾ ”اور جب“ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں واپس آئے‘ ان کو اس حالت میں پایا اور ان کو ان کی گمراہی کے بارے میں آگاہ فرمایا تو انہیں بڑی ندامت ہوئی۔ ﴿سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ﴾ ”پچھتائے“ یعنی وہ اپنے فعل پر بہت غم زدہ اور بہت نادم ہوئے ﴿وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا﴾ ”اور دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں“ تو انہوں نے نہایت عاجزی کے ساتھ اس گناہ سے براءت کا اظہار کیا۔ ﴿قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا﴾ ”اور انہوں نے کہا‘ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہیں کرے گا“ یعنی اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرے اور ہمیں اپنی عبادت اور نیک اعمال کی توفیق سے نہ نوازے۔ ﴿وَيَغْفِرْ لَنَا﴾ ”اور ہم کو معاف نہیں کرے گا“ یعنی بچھڑے کی عبادت کا گناہ جو ہم سے صادر ہوا ہے اسے بخش نہ دے۔ ﴿لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ تو ہم یقیناً ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جنہیں (دنیا و آخرت) میں خسارہ ملا۔

﴿وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا﴾ ”اور جب موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے۔“ یعنی موسیٰ علیہ السلام ان کے بارے میں غیظ و غضب سے لبریز واپس لوٹے۔ کیونکہ ان کی غیرت اور (اپنی قوم کے بارے میں) ان کی خیر خواہی اور شفقت کامل تھی۔ ﴿قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ﴾ ”کہنے لگے تم نے میرے بعد بہت ہی بد اطواری کی۔“ یعنی بہت ہی برے اطوار تھے جن کے ساتھ تم نے

میرے جانے کے بعد میری جانشینی کی۔ یہ ایسے احوال و اطوار تھے جو ابدی ہلاکت اور دائمی شقاوت کے موجب بنتے ہیں۔ ﴿اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ﴾ ”کیا تم نے اپنے رب کے حکم کے بارے میں جلدی کی“ کیونکہ اس نے تمہارے ساتھ کتاب نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ پس تم اپنی فاسد رائے کے ذریعے سے جلدی سے اس قبیح خصلت کی طرف آگے بڑھے۔ ﴿وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ﴾ ”اور (تورات کی) تختیاں ڈال دیں۔“ یعنی نہایت غصے سے ان کو پھینک دیا۔ ﴿وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ﴾ ”اور اپنے بھائی کے سر (اور داڑھی) کو پکڑ کر۔“ ﴿يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ﴾ ”اپنی طرف کھینچا“ اور ان سے کہا: ﴿مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ﴾ (طٰہ: ۲۰/ ۹۲-۹۳) ”جب تم نے ان کو دیکھا کہ وہ بھٹک گئے ہیں تو تمہیں کس چیز نے میری پیروی کرنے سے روکا۔ کیا تم نے میری حکم عدولی کی؟“ یعنی میرے حکم ﴿اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (الأعراف: ۷/ ۱۴۲) کی نافرمانی کی۔ ہارون علیہ السلام نے عرض کیا ﴿يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ﴾ (طٰہ: ۲۰/ ۹۴) ”اے میرے ماں جائے بھائی! مجھے میری داڑھی اور سر کے بالوں سے نہ پکڑیے میں تو اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں آپ یہ نہ کہیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کو ملحوظ نہ رکھا“۔

﴿قَالَ ابْنَ اُمَّ﴾ ”کہا اے ماں جائے“ یہاں صرف ماں کا ذکر بھائی کو نرم کرنے کے لیے کیا ہے ورنہ ہارون علیہ السلام ماں اور باپ دونوں کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ ﴿اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ﴾ ”لوگوں نے مجھ کو کمزور سمجھا“ یعنی جب میں نے ان سے کہا: ﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ﴾ (طٰہ: ۲۰/ ۹۰) ”اے میری قوم! اس سے تمہاری آزمائش کی گئی ہے، تمہارا پروردگار تو اللہ رحمٰن ہے۔ پس میری اتباع کرو اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔“

﴿وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ﴾ ”اور قریب تھے کہ مجھ کو مار ڈالیں“ یعنی مجھے قصوروار نہ سمجھیں ﴿فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ﴾ ”پس نہ ہنساؤ مجھ پر دشمنوں کو“ یعنی مجھے ڈانٹ ڈپٹ اور میرے ساتھ برا سلوک کر کے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع فراہم نہ کریں۔ کیونکہ دشمن تو چاہتے ہیں کہ وہ میری کوئی غلطی پکڑیں یا انہیں میری کوئی لغزش ہاتھ آئے۔

﴿وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیے۔“ یعنی مجھے ظالم لوگوں کے ساتھ شامل کر کے میرے ساتھ ان جیسا معاملہ نہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عجلت میں، اپنے بھائی کی براءت معلوم کرنے سے پہلے ہی اس کے ساتھ جو معاملہ کیا اس پر انہیں سخت ندامت ہوئی۔

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ﴾ ”موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔“ ﴿وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ﴾ ”اور تو ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر۔“ تیری بے پایاں رحمت ہمیں ہر جانب

سے گھیر لے، کیونکہ تیری رحمت تمام برائیوں کے مقابلے میں ایک مضبوط اور محفوظ قلعہ ہے اور ہر بھلائی اور مسرت کا سرچشمہ ہے۔ ﴿وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾ ''اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے'' یعنی تو ہمارے ماں، باپ، اولاد، ہر رحم کرنے والے بلکہ خود ہم سے زیادہ ہم پر رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا'' ﴿سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ ''ان کو پہنچے گا غضب ان کے رب کی طرف سے اور ذلت دنیا کی زندگی میں'' جیسا کہ انہوں نے اپنے رب کو ناراض کیا اور اس کے حکم کی تحقیر کی۔ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ﴾ ''اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو'' پس ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کرتا ہے، اس کی شریعت پر جھوٹ گھڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو اس نے نہیں کہیں تو اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سامنا کرنا ہوگا اور دنیا کی زندگی میں اسے ذلت اٹھانا پڑے گی، چنانچہ انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں اور اللہ تعالیٰ ان سے اس وقت تک خوش نہیں ہوگا جب تک کہ وہ یہ فعل سرانجام نہ دیں۔ پس انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا اور مقتولین کی کثرت سے میدان بھر گیا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک عام حکم ذکر فرمایا جس میں یہ لوگ اور دیگر لوگ شامل ہیں، فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے برے اعمال کیے۔'' یعنی جنہوں نے شرک، کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ﴿ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا﴾ ''پھر اس کے بعد توبہ کر لی۔'' یعنی گزشتہ گناہوں پر ندامت کے ساتھ ساتھ ان کے ارتکاب سے رک گئے اور عزم کر لیا کہ وہ ان گناہوں کا اعادہ نہیں کریں گے۔ ﴿وَاٰمَنُوْٓا﴾ اور وہ اللہ تعالیٰ اور ان تمام امور پر ایمان لے آئے جن پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے اور ایمان، اعمال قلوب اور اعمال جوارح، جو ایمان کا نتیجہ ہیں، کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا﴾ ''بے شک تمہارا رب اس کے بعد۔'' یعنی اس حالت کے بعد، یعنی گناہوں سے توبہ اور نیکیوں کی طرف رجوع کے بعد ﴿لَغَفُوْرٌ﴾ ''بخشنے والا۔'' وہ گناہوں کو بخش کر انہیں مٹا دیتا ہے خواہ یہ زمین بھر کیوں نہ ہوں۔ ﴿رَّحِیْمٌ﴾ ''رحم کرنے والا ہے۔'' وہ توبہ قبول کر کے اور بھلائی کے کاموں کی توفیق عطا کر کے اپنی بے پایاں رحمت سے نوازتا ہے۔ ﴿وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ﴾ ''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ فرو ہوا۔'' یعنی جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور وہ آپے میں آ کر پوری صورت حال کو سمجھ گئے تو وہ اہم تر امور میں مشغول ہو گئے۔ ﴿اَخَذَ الْاَلْوَاحَ﴾ ''انہوں نے ان تختیوں کو اٹھایا'' جن کو انہوں نے غصے میں آ کر پھینک دیا تھا۔ یہ

جلیل القدر تختیاں تھیں۔ ﴿وَفِیْ نُسْخَتِهَا﴾ ’’اور ان میں جو لکھا ہوا تھا‘‘ یعنی یہ تختیاں جس چیز پر مشتمل تھیں ﴿هُدًى وَّرَحْمَةٌ﴾ ’’اس میں ہدایت اور رحمت تھی۔‘‘ ان میں گمراہی اور ہدایت کو واضح کیا گیا تھا۔ حق اور باطل‘ اعمال خیر‘ اعمال شر‘ بہترین اعمال کی طرف راہ نمائی‘ اخلاق و آداب کو ان تختیوں میں کھول کھول کر بیان کیا گیا تھا اور ان تختیوں میں ان لوگوں کے لیے رحمت اور سعادت ہے جو ان پر عمل کرتے ہیں اور ان کے احکام اور معانی کی تعلیم دیتے ہیں۔ مگر ہر شخص اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ﴿لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ﴾ ’’جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔‘‘ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے روز اس کے حضور کھڑے ہونے سے نہیں ڈرتا تو اس سے اس کی سرکشی اور روگردانی میں اضافہ ہی ہوگا اور اس بارے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے گی۔

جب بنی اسرائیل نے توبہ کر لی اور وہ رشد و ہدایت کی راہ پر لوٹ آئے۔ ﴿وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ﴾ ’’اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم میں سے‘‘ ﴿سَبْعِیْنَ رَجُلًا﴾ ’’(بہترین) ستر آدمی‘‘ تاکہ وہ اپنی قوم کی طرف سے رب کے حضور معذرت پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا تھا‘ تاکہ اس وقت وہ اللہ کے حضور حاضر ہوں اور جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ (النساء: ٤/ ١٥٣) ’’ان ظاہری آنکھوں سے ہمیں اللہ کا دیدار کروا‘‘۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں جسارت اور اس کے حضور بے ادبی کا مظاہرہ کیا۔ ﴿اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ﴾ ’’تو ان کو زلزلے نے پکڑ لیا‘‘ پس وہ بے ہوش ہو کر ہلاک ہو گئے۔

پس موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور فروتنی اور تذلل سے گڑگڑاتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا: ﴿رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ﴾ ’’اے میرے رب! اگر تو ان کو ہلاک ہی کرنا چاہتا تو مجھے اور ان کو میقات کی طرف نکلنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا‘‘ ﴿اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا﴾ ’’کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو ہماری قوم کے بے وقوفوں نے کیا‘‘ یعنی جو کچھ کم عقل اور بے وقوف لوگوں نے کیا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے اور معذرت کی کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ جسارت کی ہے وہ کامل عقل کے مالک نہیں ہیں‘ ان کی بے وقوفی کے قول و فعل سے صرف نظر کر۔ وہ ایک ایسے فتنے میں مبتلا ہو گئے جس میں انسان خطا کا شکار ہو جاتا ہے اور دین کے چلے جانے کا خوف لاحق ہو جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ﴾ ’’یہ سب تیری آزمائش ہے‘ گمراہ کرتا ہے اس کے ذریعے سے جس کو چاہتا ہے اور سیدھا رکھتا ہے جس کو چاہتا ہے‘ تو ہی ہمارا کارساز ہے‘ پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے‘‘ یعنی تو بخش دینے والوں میں سے بہترین ہستی ہے۔ سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور عطا کرنے والوں میں سب سے زیادہ فضل و

کرم کا مالک ہے۔ گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض کیا ''اے ہمارے رب ہم سب کا اولین مقصد تیری اطاعت کا التزام اور تجھ پر ایمان لانا ہے اور جس میں عقل اور سمجھ موجود ہے اور تیری توفیق جس کے ہم رکاب رہے گی وہ ہمیشہ راہ راست پر رواں دواں رہے گا۔

رہا وہ شخص جو ضعیف العقل ہے' جو کمزور رائے رکھتا ہے اور جس کو فتنے نے گمراہی کی طرف پھیر دیا' تو وہی شخص ہے جس نے ان دو اسباب کی بنا پر اس جسارت کا ارتکاب کیا۔ بایں ہمہ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا اور سب سے زیادہ بخش دینے والا ہے پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما''۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور ان (ستر آدمیوں) کو موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا اور ان کے گناہ بخش دیئے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعا کو مکمل کرتے ہوئے عرض کیا ﴿وَ اكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ ''اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی'' یعنی اس دنیا میں علم نافع' رزق واسع اور عمل صالح عطا کر۔ ﴿وَّ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں'' یہ وہ ثواب ہے جو اس نے اپنے اولیائے صالحین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ﴿اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ﴾ ''ہم تیری طرف رجوع کر چکے۔'' ہم اپنی کوتاہی کا اقرار کرتے اور اپنے تمام امور تیرے سپرد کرتے ہوئے تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔ ﴿قَالَ﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ﴾ ''میرا عذاب پہنچاتا ہوں میں اس کو جس کو چاہوں'' یعنی اس کو جو بدبخت ہے اور بدبختی کے اسباب اختیار کرتا ہے ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ''اور میری رحمت' اس نے گھیر لیا ہے ہر چیز کو''۔ میری بے پایاں رحمت نے عالم علوی اور عالم سفلی' نیک اور بد' مومن اور کافر سب کو ڈھانپ رکھا ہے۔ کوئی مخلوق ایسی نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سایہ کناں نہ ہو اور اس کے فضل و کرم نے اس کو ڈھانپ نہ رکھا ہو' مگر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت جو دنیا و آخرت کی سعادت کی باعث ہوتی ہے وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ بنا بریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس رحمت کے بارے میں فرمایا: ﴿فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ﴾ ''سو اس کو لکھ دوں گا ان کے لئے جو ڈر رکھتے ہیں'' جو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''اور جو (مستحق لوگوں کو) زکوۃ دیتے ہیں'' ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی آیات پر کامل ایمان یہ ہے کہ ان کے معانی کی معرفت حاصل کی جائے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا جائے اور انہی میں سے دین کے اصول و فروع میں' ظاہری اور باطنی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ﴾ ''وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبیٔ امی ہے'' یہاں تمام انبیائے کرام کے ذکر سے احتراز کیا ہے' کیونکہ یہاں صرف حضرت محمد مصطفیٰ بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم مقصود ہیں۔ یہ آیت بنی اسرائیل کے حالات کے سیاق میں ہے' ان کے لیے ایمان میں داخل ہونے کی لازمی

شرط یہ ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت مطلق جو اس نے اپنے بندوں کے لیے لکھ رکھی ہے صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نبی اکرم ﷺ پر ایمان لا کر اس کی اتباع کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو ﴿الْاُمِّيَّ﴾ کے وصف سے موصوف فرمایا ہے کیونکہ آپ عربوں میں سے ہیں اور عرب ایک ان پڑھ امت تھے جو لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے اور قرآن مجید سے پہلے ان پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ ﴿الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ ”وہ آپ (ﷺ کا نام اور آپ ﷺ کی صفات) کو تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“ اور ان میں سب سے بڑی اور جلیل ترین صفت وہ ہے جس کی طرف آپ ﷺ دعوت دیتے ہیں اور جس چیز سے آپ منع کرتے ہیں۔

﴿يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ”وہ معروف کا حکم دیتے ہیں۔“ اور (مَعْروف) سے مراد ”ہر وہ کام ہے جس کی اچھائی، بھلائی اور اس کا فائدہ مند ہونا معروف ہو۔“ ﴿وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ”اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔“ (منکر) سے مراد ”ہر وہ برا کام ہے جس کی برائی اور قباحت کو عقل اور فطرت سلیم تسلیم کرتی ہو“ پس وہ نماز، زکوٰۃ، روزے، حج، صلہ رحمی، والدین کے ساتھ نیک سلوک، ہمسایوں اور غلاموں کے ساتھ نیکی، تمام مخلوق کو فائدہ پہنچانے، سچائی، پاکبازی، نیکی، خیر خواہی اور دیگر اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، قتل ناحق، زنا، شراب اور نشہ دار مشروبات پینے، تمام مخلوق پر ظلم کرنے، جھوٹ، فسق و فجور اور دیگر برائیوں سے روکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے کی سب سے بڑی دلیل وہ کام ہیں جن کا آپ حکم دیتے ہیں، جن سے آپ روکتے ہیں، جن کو آپ حلال قرار دیتے ہیں اور جن کو آپ حرام قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ﴾ ”وہ حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں“ یعنی آپ ماکولات، مشروبات اور منکوحات میں سے طیبات اور پاک چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں۔ ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ ”اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔“ یعنی ماکولات اور مشروبات میں سے ناپاک چیزوں، ناپاک اقوال و افعال اور ناپاک عورتوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ ”اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان کے سر پر اور گلے میں تھے اتارتے ہیں۔“ یعنی آپ ﷺ کا ایک وصف یہ ہے کہ آپ کا لایا ہوا دین نہایت آسان، نرم اور کشادہ ہے۔ اس دین میں کوئی بوجھ، کوئی ناروا بندش، کوئی مشقت اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ﴾ ”پس وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپ کی توقیر و تعظیم کی“ ﴿وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ﴾ ”اور آپ کی مدد کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو آپ کے ساتھ اترا ہے“ نور سے مراد قرآن ہے جس سے شک و شبہات اور جہالت کے تیرہ و تار اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اور مقالات و نظریات کے اختلاف میں اس کو راہ نما بنایا جاتا ہے ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ”وہی مراد پانے

والے ہیں۔'' یہی لوگ ہیں جو دنیا و آخرت کی بھلائی سے ظفریاب ہوں گے اور یہی لوگ دنیا و آخرت کے شر سے نجات پائیں گے' کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو فلاح کا سب سے بڑا سبب لے کر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوئے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اس نبیٔ امی ﷺ پر ایمان نہ لائے' انہوں نے آپ کی تعظیم و توقیر کی نہ آپ کی مدد کی اور نہ اس نور کی اتباع کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

چونکہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں سے اہل تورات کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی دعوت دی ہے اور بسا اوقات کوئی شخص اس وہم میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ یہ حکم صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے .... اس لئے وہ اسلوب اختیار کیا جو عمومیت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''کہہ دیجئے! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔'' یعنی اہل عرب' اہل عجم' اہل کتاب اور دیگر تمام قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں'' وہ اپنے احکام تکوینی' تدابیر سلطانی اور احکام دینی کے ذریعے سے کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ اس کے احکام دینی و شرعی میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اس نے تمہاری طرف ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ جو تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے عزت و اکرام کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے اور تمہیں ہر اس چیز سے بچنے کی تلقین کرتا ہے جو تمہیں اس گھر سے دور کرتی ہے۔ ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں'' وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی عبادت کی معرفت صرف اس کے انبیاء و مرسلین کے توسط ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ﴿يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔'' اس کی جملہ تدابیر و تصرفات میں سے زندہ کرنا اور مارنا ہے' جس میں کوئی ہستی شریک نہیں ہو سکتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے موت کو ایک ایسا پل بنایا ہے جسے عبور کر کے انسان دار فانی سے دار البقا میں داخل ہوتا ہے۔ جو کوئی اس دار البقا پر ایمان لاتا ہے تو وہ اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی یقیناً تصدیق کرتا ہے۔

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ﴾ ''پس اللہ پر اور اس کے رسول پیغمبر امی پر ایمان لاؤ۔'' یعنی اس نبی امی پر ایسا کامل ایمان لاؤ جو اعمال قلوب اور اعمال جوارح کو متضمن ہو۔ ﴿الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ﴾ ''جو یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کی باتوں پر'' یعنی اس رسول پر ایمان لاؤ جو اپنے عقائد و اعمال میں راست رو ہے ﴿وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ'' یعنی اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں ہدایت پاؤ گے' کیونکہ جب تم اس نبی کی اتباع نہیں کرو گے تو بہت دور کی گمراہی میں جا پڑو گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ﴾ ''موسیٰ کی قوم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں'' ﴿يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ﴾ ''جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں'' یعنی لوگوں کو تعلیم دے

کہ ان کی راہ نمائی کرتے ہیں' ان کو فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے آپس کے جھگڑوں کے فیصلوں میں حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾ (السجدہ: ٣٢/٢٤) ''اور ان میں سے ہم نے راہ نما بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق راہ نمائی کیا کرتے تھے جب تک وہ صبر کرتے رہے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے رہے۔''

اس آیت کریمہ میں امت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت بیان ہوئی ہے' نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر پیشوا مقرر کیے جو اس کے حکم سے پیشوائی کرتے تھے۔ اس آیت کریمہ کو یہاں بیان کرنا درحقیقت گزشتہ آیات کے مضامین سے احتراز کی ایک قسم ہے' کیونکہ گزشتہ آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایسے معایب بیان فرمائے ہیں جو کمال کے منافی اور ہدایت کی ضد ہیں۔ بسا اوقات کسی کو یہ وہم لاحق ہو سکتا ہے کہ مذکورہ معایب میں بنی اسرائیل کے تمام لوگ شامل ہیں' بنابریں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو راست رو' ہدایت یافتہ تھے جو دوسرے لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے تھے۔

﴿وَقَطَّعْنٰهُمُ﴾ ''اور ہم نے ان کو تقسیم کر دیا۔'' ﴿اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا﴾ ''بارہ قبیلوں (کی شکل) میں' بڑی بڑی جماعتیں'' یعنی بارہ قبیلے بنا دیے جو ایک دوسرے کو پہچانتے تھے اور باہم الفت رکھتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہر بیٹے کی اولاد ایک قبیلہ بنی۔ ﴿وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗ﴾ ''اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف' جب مانگا اس کی قوم نے اس سے پانی'' یعنی جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ انہیں پانی عطا کرے جسے وہ خود پئیں اور اپنے مویشیوں کو پلائیں اور اس مطالبے کی وجہ یہ تھی۔۔۔ واللہ اعلم۔۔۔ کہ وہ ایک ایسے علاقے میں تھے جہاں پانی بہت کم دستیاب تھا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی ﴿اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ﴾ ''اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار'' اس میں یہ احتمال ہے کہ مذکورہ پتھر کوئی معین پتھر ہو اور اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ (اَلْحَجَر) اسم جنس کے لیے استعمال ہوا ہو جو ہر پتھر کو شامل ہے۔۔۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا ﴿فَانْۢبَجَسَتْ﴾ ''(اس پتھر سے) پھوٹ پڑے'' ﴿اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ ''بارہ چشمے'' آہستہ آہستہ بہتے ہوئے۔

﴿قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ﴾ ''سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔'' ان بارہ قبائل کے درمیان اس پانی کو تقسیم کر دیا گیا اور ہر قبیلے کے لیے ایک چشمہ مقرر کر دیا گیا اور انہوں نے اپنے اپنے چشمے کو پہچان لیا۔ پس انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور تھکاوٹ اور مشقت سے راحت پائی۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام تھا۔

﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ﴾ ''اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا'' پس یہ بادل انہیں سورج کی گرمی سے بچاتا تھا۔

﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ﴾ ''اور اتارا ہم نے اوپر ان کے من'' اس سے مراد میٹھا میوہ ہے ﴿وَالسَّلْوٰى﴾ اس

سے مراد پرندوں کا گوشت ہے، یہ بہترین اور لذیذ ترین قسم کے پرندوں کا گوشت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی راحت اور اطمینان کے لیے ان پر بیک وقت سایہ، پینے کے لیے پانی اور کھانے کے لیے میٹھے میوے اور گوشت عطا کیا۔ ان سے کہا گیا: ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا﴾ ‘‘وہ ستھری چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا’’ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر جو چیز واجب قرار دی تھی اسے پورا نہ کر کے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کر کے ہم پر ظلم نہیں کیا ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ‘‘بلکہ انہوں نے اپنے آپ پر ہی ظلم کیا’’ کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو ہر بھلائی سے محروم کر لیا اور اپنے نفس کو شر اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں مبتلا کر لیا۔ یہ سب کچھ اس مدت کے دوران ہوا جب وہ بیابان میں سرگرداں تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ﴾ ‘‘جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کرو۔’’ یعنی اس بستی میں داخل ہو جاؤ، تاکہ یہ بستی تمہارا وطن اور مسکن بن جائے۔ یہ بستی ‘‘ایلیاء’’ یعنی ‘‘قدس’’ کی بستی تھی۔ ﴿وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ﴾ ‘‘اور اس میں سے جو چاہو کھاؤ۔’’ یعنی اس بستی میں بہت زیادہ درخت، بے حساب پھل اور وافر سامان زندگی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا کہ جو جی چاہے کھاؤ۔ ﴿وَقُوْلُوْا﴾ یعنی جب تم بستی کے دروازے میں داخل ہو تو کہو۔ ﴿حِطَّةٌ﴾ یعنی ہم سے ہمارے گناہوں کو دور کر دے اور ہمیں معاف کر دے۔ ﴿وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ ‘‘اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو’’ یعنی اپنے رب کے سامنے خشوع و خضوع، اس کے غلبہ کے سامنے انکساری اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خضوع و خشوع اور بخشش طلب کرنے کا حکم دیا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ان کے گناہ بخش دینے اور دنیاوی اور اخروی ثواب کا وعدہ فرمایا ﴿نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓــٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ‘‘ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے، البتہ زیادہ دیں گے ہم نیکی کرنے والوں کو’’ یعنی ہم دنیا اور آخرت کی بھلائی میں اضافہ کریں گے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ اس کی خلاف ورزی کی۔

﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ ‘‘پس بدل ڈالا ظالموں نے ان میں سے’’ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی تحقیر کی ﴿قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ ‘‘دوسرا لفظ، اس کے سوا جو ان سے کہا گیا تھا’’ پس انہوں نے طلب مغفرت اور (حِطَّةٌ) کو (حَبَّةٌ فِي شَعِيرَةٍ) سے بدل ڈالا۔ جب قول کے آسان اور سہل ہونے کے باوجود انہوں نے اس کو بدل ڈالا تو فعل کو بدلنے کی ان سے بدرجہ اولیٰ توقع کی جا سکتی ہے۔ اس لئے وہ اپنی سرینوں پر گھسٹتے ہوئے شہر کے دروازے میں داخل ہوئے۔ ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ﴾ ‘‘تو ہم نے ان پر بھیجا۔’’ یعنی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی اور اس کی نافرمانی کا ارتکاب کیا۔ ﴿رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ﴾ ‘‘آسمان سے سخت عذاب۔’’ یہ عذاب یا تو طاعون کی شکل میں تھا یا کوئی اور آسمانی سزا تھی۔ یہ سزا دے کر اللہ تعالیٰ

نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ سزا تو ان کے اس ظلم کی پاداش میں تھی جو وہ کیا کرتے تھے۔

﴿ وَسْـَٔلْهُمْ ﴾ ''ان (بنی اسرائیل) سے پوچھیے'' ﴿ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ﴾ ''اس بستی کا حال جو دریا کے کنارے تھی'' یعنی جب انہوں نے ظلم و تعدی سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی اس حال میں کہ بستی سمندر کے کنارے پر تھی۔ ﴿ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ ﴾ ''جب وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتے کے حکم میں'' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ہفتے کی تعظیم اور احترام کریں' ہفتے کے روز شکار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمایا اور ان کا امتحان لیا۔ ﴿ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا ﴾ ''جب آتیں ان کے پاس مچھلیاں ہفتے کے دن' پانی کے اوپر'' یعنی مچھلیاں سطح سمندر پر بہت کثیر تعداد میں تیرتی ہوئی آتیں۔ ﴿ وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ﴾ ''اور جب سبت کا دن نہ ہوتا'' یعنی سبت کا دن گزر جاتا ﴿ لَا تَاْتِيْهِمْ ﴾ ''ان کے پاس نہ آتیں۔'' یعنی مچھلیاں سمندر میں واپس چلی جاتیں اور ان میں سے کوئی مچھلی دکھائی نہ دیتی۔ ﴿ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ ''اسی طرح ہم نے ان کو آزمایا' اس لئے کہ وہ نافرمان تھے'' یعنی یہ ان کا فسق تھا جو اس بات کا موجب بنا کہ اللہ تعالیٰ ان کو آزمائے اور ان کا امتحان ہو۔ ورنہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیتا اور ان کو مصیبت اور شر میں مبتلا نہ کرتا۔ پس انہوں نے شکار کے لیے حیلہ کیا' وہ سمندر کے کنارے گڑھے کھود لیتے اور ان گڑھوں میں جال لگا دیتے۔ جب سبت کا دن آتا تو مچھلیاں ان گڑھوں میں آ کر جال میں پھنس جاتیں اور وہ اس روز ان مچھلیوں کو نہ پکڑتے۔ جب اتوار کا دن آتا تو وہ ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے۔ یہ حیلہ ان میں بہت زیادہ ہو گیا اور اس بارے میں بنی اسرائیل تین گروہوں میں منقسم ہو گئے۔

(۱) ان میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جنہوں نے علی الاعلان سبت کے قانون کو توڑنے کی جسارت کی۔

(۲) دوسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے علانیہ ان کو ایسا کرنے سے روکا اور ان پر نکیر کی۔

(۳) تیسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے انکار کرنے والوں کے انکار ہی کو کافی سمجھا (اور خود خاموش رہے) اور انہوں نے منع کرنے والوں سے کہا: ﴿ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۨاللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ﴾ ''تم ایسے لوگوں کو نصیحت کیوں کرتے ہو جن کو اللہ نے ہلاک کرنا یا سخت عذاب دینا ہے'' گویا وہ کہتے تھے کہ ان لوگوں کو نصیحت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے محارم کا ارتکاب کرتے ہیں اور خیر خواہوں کی بات پر کان نہیں دھرتے' بلکہ اس کے برعکس ظلم اور تعدی پر جمے ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ضرور ان کو سزا دے گا یا تو ان کو ہلاک کرے گا یا ان کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ نصیحت کرنے والے کہتے تھے کہ ہم تو ان کو نصیحت کرتے رہیں گے اور ان کو برائیوں سے روکتے رہیں گے۔ ﴿ مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ ﴾ ''تاکہ تمہارے رب کے ہاں عذر پیش کر سکیں'' ﴿ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور

شاید کہ وہ پرہیز گار بن جائیں۔" یعنی شاید وہ اس نافرمانی کو ترک کر دیں جس میں وہ پڑے ہوئے ہیں، ہم ان کی ہدایت سے مایوس نہیں ہیں، بسا اوقات ان میں نصیحت کارگر ہو جاتی ہے اور ملامت اثر کر جاتی ہے اور برائی پر نکیر کرنے کا سب سے بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معذرت ہو، تاکہ اس شخص پر حجت قائم ہو سکے جسے روکا گیا یا اسے کسی کام کا حکم دیا گیا ہو۔۔۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا کر دے اور وہ امر و نہی کے تقاضوں پر عمل کر سکے۔

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ﴾ "جب انہوں نے اس چیز کو بھلا دیا جس کی ان کو یاد دہانی کرائی گئی تھی" اور وہ اپنی گمراہی اور نافرمانی پر جمے رہے۔ ﴿اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ﴾ "ہم نے ان کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے" اپنے بندوں کے بارے میں یہی سنت الٰہی ہے کہ جب عذاب نازل ہوتا ہے تو وہ لوگ اس عذاب سے نجات پاتے ہیں جو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے رہے ہیں۔ ﴿وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ "اور پکڑ لیا ہم نے ظالموں کو" یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے سبت کا قانون توڑا تھا ﴿بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ﴾ "برے عذاب میں" یعنی سخت عذاب میں۔ ﴿بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ "اس پاداش میں کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔"

رہا وہ گروہ جو برائی سے روکنے والوں سے کہا کرتا تھا: ﴿لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَۨا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ﴾ "تم ان لوگوں کو نصیحت کیوں کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے"...... اہل تفسیر میں ان کی نجات اور ان کی ہلاکت کے بارے میں اختلاف ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ نجات پانے والوں میں شامل تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہلاکت کو صرف ظالموں کے ساتھ مخصوص کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظالموں میں ذکر نہیں کیا۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سزا خاص طور پر صرف ان لوگوں کو ملی تھی جنہوں نے سبت کی پابندی کو توڑا تھا، نیز نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض کفایہ ہے جب کچھ لوگ اس فرض کو ادا کر رہے ہوں تو دوسرے لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور ان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اس برائی کو برائی سمجھتے ہوئے اسے ناپسند کریں۔ علاوہ ازیں انہوں نے (ان بدکردار لوگوں پر) ان الفاظ میں نکیر کی ﴿لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَۨا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ "تم ان لوگوں کو نصیحت کیوں کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے"۔ پس انہوں نے ان پر اپنی ناراضی کا اظہار کر دیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں ان کا یہ فعل سخت ناپسند تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو سخت سزا دے گا۔

﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ﴾ "پھر جب وہ بڑھ گئے اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے" یعنی وہ نہایت سنگ دل ہو گئے۔ ان میں نرمی آئی نہ انہوں نے نصیحت حاصل کی۔ ﴿قُلْنَا لَهُمْ﴾ "تو ہم نے ان سے کہا" یعنی قضا و قدر کی زبان میں۔ ﴿كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِىِٕيْنَ﴾ "ہو جاؤ تم بندر ذلیل" پس وہ اللہ کے حکم سے بندر بن گئے اور

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ان میں سے جو لوگ باقی بچ گئے تھے ان پر ذلت اور محکومی مسلط کر دی گئی۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ﴾ ”جب تیرے رب نے آگاہ کر دیا تھا“ یعنی واضح طور پر بتا دیا۔ ﴿لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ﴾ ”کہ ضرور بھیجتا رہے گا یہود پر قیامت کے دن تک ایسے شخص کو جو ان کو برا عذاب دیا کرے گا“ جو ان کو ذلیل و رسوا کرتا رہے گا ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ﴾ ”بے شک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے۔“ یعنی اس شخص کو بہت جلد سزا دیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے یہاں تک کہ اس دنیا میں بھی اس پر جلدی سے عذاب بھیج دیتا ہے۔ ﴿وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ”اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے بہت غفور و رحیم ہے جو کوئی توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے، اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے، اس پر رحم کرتے ہوئے اس کی نیکیوں کو قبول فرماتا ہے وہ اسے ان نیکیوں پر انواع و اقسام کے ثواب عطا کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اس نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا، وہ ہمیشہ سے ذلیل و خوار اور دوسروں کے محکوم چلے آرہے ہیں ان کی اپنی کوئی رائے نہیں اور نہ (دنیا کی انصاف پسند قوموں میں) ان کی کوئی مدد کرنے والا ہے۔

﴿وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا﴾ ”اور ہم نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں منتشر کر دیا“۔ جب کہ پہلے وہ مجتمع تھے۔ ﴿مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ﴾ ”کچھ ان میں نیک ہیں“ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو پورا کرتے ہیں۔ ﴿وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ ”اور بعض اور طرح کے ہیں۔“ اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نیکی کے کم تر درجے پر فائز ہیں یا تو وہ نیکی میں متوسط قسم کے لوگ ہیں یا وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ﴾ اور ہم نے اپنی عادت اور سنت کے مطابق ان کو آزمایا ﴿بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ﴾ ”خوبیوں میں اور برائیوں میں“ یعنی آسانی اور تنگی کے ذریعے سے ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ”شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔“ شاید کہ وہ ہلاکت کی وادی سے واپس لوٹ آئیں جس میں وہ مقیم ہیں اور اس ہدایت کی طرف رجوع کریں جس کے لیے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ پس ان میں ہمیشہ سے نیک، بد اور متوسط لوگ موجود رہے ہیں۔ ﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ﴾ ”پھر پیچھے آئے ان کے ناخلف“ ان کا شر بڑھ گیا ﴿وَّرِثُوا الْكِتٰبَ﴾ ”وہ (ان کے بعد) کتاب کے وارث بن گئے“ اور کتاب کے بارے میں لوگوں کا مرجع بن گئے اور انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق کتاب میں تصرف شروع کر دیا۔ ان پر مال خرچ کیا جاتا تھا، تاکہ وہ ناحق فتوے دیں اور حق کے خلاف فیصلے کریں اور ان کے اندر رشوت پھیل گئی۔

﴿يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ”لیتے سامان ادنیٰ زندگی کا اور کہتے“ یعنی یہ اقرار کرتے ہوئے کہ یہ ظلم اور گناہ ہے، کہتے ﴿سَيُغْفَرُ لَنَا﴾ ”ہم کو معاف ہو جائے گا“ ان کا یہ قول حقیقت سے خالی ہے، کیونکہ درحقیقت

یہ استغفار ہے نہ مغفرت کی طلب ہے۔ اگر انہوں نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی ہوتی' تو اپنے کیے پر ان کو ندامت ہوتی اور اس کا اعادہ نہ کرنے کا عزم کرتے۔۔۔ مگر اس کے برعکس جب ان کو مال اور رشوت پیش کی جاتی تو اسے لے لیتے تھے۔ پس انہوں نے آیات الٰہی کو بہت تھوڑی قیمت پر فروخت کر دیا اور اچھی چیز کے بدلے گھٹیا چیز لے لی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر نکیر کرتے ہوئے اور ان کی جسارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ﴾ ''کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا کہ نہ بولیں اللہ پر سوائے سچ کے'' پس انہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنی خواہشات نفس کے تحت اور طمع و حرص کی طرف میلان کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف باطل قول منسوب کرتے ہیں۔ ﴿ وَ ﴾ درآں حالیکہ ﴿ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ﴾ ''انہوں نے اس کتاب کے مشمولات کو پڑھ بھی لیا ہے۔'' پس انہیں اس بارے میں کوئی اشکال نہیں' بلکہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے جان بوجھ کر کیا ہے اور ان کو اس معاملے میں پوری بصیرت حاصل تھی اور ان کا یہ رویہ بہت بڑا گناہ' سخت ملامت کا موجب اور بدترین سزا کا باعث ہے اور یہ ان میں عقل کی کمی اور ان کی بے وقوفی پر مبنی رائے ہے کہ انہوں نے آخرت پر دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ﴾ ''اور آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں'' یعنی جو ان امور سے بچتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام ٹھہرا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے خلاف فیصلے کے عوض رشوت کھانے سے اور دیگر محرمات سے پرہیز کرتے ہیں۔ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ ''کیا تم سمجھتے نہیں۔'' کیا تم میں وہ عقل نہیں جو یہ موازنہ کر سکے کہ کس چیز کو کس چیز پر ترجیح دی جانی چاہئے اور کون سی چیز اس بات کی مستحق ہے کہ اس کے لیے بھاگ دوڑ اور کوشش کی جائے اور اسے دیگر تمام چیزوں پر مقدم رکھا جائے۔۔۔ عقل کی خاصیت یہ ہے کہ وہ انجام پر نظر رکھتی ہے۔ رہا وہ شخص جو جلدی حاصل ہونے والی اور ختم ہو جانے والی نہایت حقیر اور خسیس چیز پر نظر رکھتا ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی بہت بڑی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے اس کے پاس عقل اور رائے کہاں ہے؟

حقیقی عقل مند وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں وصف بیان کیا ہے ﴿ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ ﴾ ''اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں'' یعنی علم و عمل کے لحاظ سے کتاب اللہ سے تمسک کرتے ہیں۔ کتاب اللہ کے احکام و اخبار کا علم رکھتے ہیں۔ کتاب اللہ کے احکام و اخبار کا علم' جلیل ترین علم ہے۔ وہ کتاب اللہ کے اوامر کا علم رکھتے ہیں جن میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک' دلوں کا سرور' روح کی فرحت اور ان کے دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ ان مامورات میں سب سے بڑی چیز' جس کی پابندی واجب ہے' ظاہری اور باطنی طور پر نماز قائم کرنا ہے۔ بنابریں اس کی فضیلت و شرف' اس کے ایمان کا میزان و معیار ہونے اور اس کے قیام کا دوسری عبادات کے قیام کا سبب ہونے کے باعث اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ ان کا عمل

تمام تر بھلائی پر مبنی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾ ”ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔“ ہم ان لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اپنے قول و اعمال اور نیتوں میں خود اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ اور اس نوع کی دیگر آیات دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو فساد اور ضرر رساں امور کے ساتھ مبعوث نہیں کیا، بلکہ اصلاح اور نفع رساں احکام کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور دنیا و آخرت کی اصلاح کی خاطر ان کو بھیجا گیا ہے۔ پس جو کوئی جتنا زیادہ صالح ہے اتنا ہی زیادہ ان کی اتباع کے قریب ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ﴾ ”اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے اوپر“ یعنی جب انہوں نے تورات کے احکام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر عمل کو لازم کر دیا اور ان کے سروں پر پہاڑ کو معلق کر دیا۔ پہاڑ ان پر یوں تھا ﴿كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ﴾ ”گویا کہ وہ سائبان ہو اور وہ سمجھے کہ پہاڑ ان پر گرنے کو ہے۔“ ان سے کہا گیا۔ ﴿خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ﴾ ”پکڑو جو ہم نے دیا ہے تم کو زور سے“ یعنی پوری کوشش اور جہد سے پکڑے رہو۔ ﴿وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ﴾ ”اور یاد رکھو جو اس میں ہے“ درس مباحثے اور عمل کے ذریعے سے اس کے مضامین کو یاد رکھو ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ”شاید کہ تم بچ جاؤ“ جب تم یہ سب کچھ کر لو گے تو امید ہے کہ تم پرہیز گار بن جاؤ گے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي

اور جب پکڑا (نکالا) آپ کے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور گواہ بنایا انہیں اوپر

اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ان کی جانوں کے (اور پوچھا) کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! گواہی دیتے ہیں ہم (تاکہ نہ) کہو تم دن قیامت کے

اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ١٧٢ۙ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ

کہ ہم تو تھے اس بات سے غافل ○ یا (نہ) کہو تم بے شک شرک کیا تھا ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے

وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ١٧٣ وَكَذٰلِكَ

اور تھے ہم اولاد (ان کی) بعد ان کے کیا پس تو ہلاک کرتا ہے ہمیں بوجہ اس (فعل) کے جو کیا تھا گمراہ لوگوں نے ○ اور اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ١٧٤

مفصل بیان کرتے ہیں ہم آیتیں اور تاکہ وہ رجوع کریں ○

یعنی انسانوں کی صلبوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کے درمیان قرن بعد قرن سلسلہ تناسل و توالد جاری ہوا۔ ﴿وَ﴾ ”اور“ جب ان کو ان کی ماؤں کے بطنوں اور ان کے آباء کی صلبوں سے نکالا ﴿اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي

﴿ اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾ ”اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر‘ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“ یعنی ان کی فطرت میں اپنے رب ہونے‘ ان کا خالق و مالک ہونے کا اقرار ودیعت کر کے اپنی ربوبیت کے اثبات کا اقرار کروایا۔ ﴿ قَالُوْا بَلٰى ﴾ ”انہوں نے کہا ہاں! ہم نے اقرار کیا“ .... کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے۔ پس ہر شخص کو دین حنیف پر تخلیق کیا گیا ہے۔ مگر عقل پر عقائد فاسدہ کے غلبہ کی وجہ سے کبھی کبھی فطرت میں تغیر وتبدل واقع ہو جاتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴾ ”وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں‘ کہ قیامت کے دن کہیں یوں نہ کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔“ یعنی ہم نے تمہارا امتحان لیا حتی کہ تم نے اس بات کا اقرار کیا‘ جو تمہارے نزدیک ثابت ہے کہ اللہ تمہارا رب ہے اور ہم نے یہ امتحان اس لئے لیا کہ کہیں تم قیامت کے روز انکار نہ کر دو اور کسی بھی چیز کا اقرار نہ کرو اور یہ دعویٰ کرنے لگو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم نہیں ہوئی اور اس بارے میں تمہارے پاس کوئی علم نہ تھا بلکہ اس بارے میں تم بالکل لاعلم اور غافل تھے۔ پس آج تمہاری حجت منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی حجت تم پر قائم ہو گئی۔ یا تم ایک اور حجت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہو ﴿ اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ”یہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد ہوئے“۔ پس ہم ان کے نقش قدم پر چلے اور ان کے باطل میں ہم نے ان کی پیروی کی۔ ﴿ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ ”کیا تو ہم کو ایسے فعل پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا“ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہاری فطرت میں ایسی چیز ودیعت کر دی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کچھ تمہارے آباء واجداد کے پاس تھا وہ باطل تھا اور حق وہ ہے جو انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں اور یہ حق اس چیز کے خلاف اور اس پر غالب ہے جس پر تم نے اپنے آباء واجداد کو پایا۔

ہاں! کبھی کبھی اپنے گمراہ آباء واجداد کے بعض ایسے اقوال اور فاسد نظریات بندے کے سامنے آتے ہیں جنہیں وہ حق سمجھ بیٹھتا ہے اور ان کو حق سمجھنے کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے براہین‘ اس کے دلائل اور آفاق وانفس میں اس کی آیات سے گریز کرتا ہے۔ اس کا یہ گریز اور اہل باطل کے نظریات کی طرف اس کا متوجہ ہونا اس کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں وہ باطل کو حق پر ترجیح دینے لگتا ہے۔

ان آیات کریمہ کی تفسیر میں یہی قرین صواب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے جناب آدم علیہ السلام کی ذریت کو ان کی پیٹھ سے نکال کر ان سے عہد لیا اور ان کو خود ان کی ذات پر گواہ بنایا اور انہوں نے یہ گواہی دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کو جو حکم دیا تھا اس کو دنیا و آخرت میں ان کے کفر و عناد میں ان کے ظلم کے خلاف ان پر حجت بنایا۔۔۔ مگر آیت کریمہ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس قول کی تائید کرتی ہو یا اس سے مناسبت رکھتی ہو۔۔۔ نہ حکمت الٰہی اس کا تقاضا کرتی ہے۔ اور واقعہ اس کا شاہد ہے‘ اس لئے کہ وہ عہد اور میثاق

جس کا یہ لوگ ذکر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی ذریت کو ان کی پیٹھ سے نکالا اس وقت وہ چیونٹی کی مانند تھی، یہ عہد کسی کو یاد نہیں اور نہ کسی آدمی کے خیال میں اس میثاق کا گزر ہوا ہے۔۔۔ پس اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو بندوں کے خلاف کیسے دلیل بنا سکتا ہے جس کی انہیں کوئی خبر ہی نہیں جس کی کوئی حقیقت ہے نہ اثر؟ ①

چونکہ یہ معاملہ نہایت واضح اور نمایاں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ﴾ ''ہم اس طرح آیات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں'' ﴿ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ ''شاید وہ (اس چیز کی طرف) رجوع کریں'' جو اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں ودیعت کی ہے اور شاید وہ اس عہد کی طرف لوٹیں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اس طرح وہ برائیوں سے باز آجائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ
اور پڑھیے ان پر خبر اس شخص کی کہ دی تھیں ہم نے اسے اپنی آیتیں، پس نکل گیا وہ ان سے، تو پیچھے لگا لیا اس کو شیطان نے
فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ
پس ہو گیا وہ گمراہوں میں سے ○ اور اگر چاہتے ہم تو البتہ بلند کرتے اس کو بسبب ان (آیات) کے لیکن وہ جھک پڑا طرف زمین کی
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ
اور پیچھے لگ گیا وہ اپنی خواہش کے، پس مثال اس کی مانند مثال کتے کی ہے کہ اگر بوجھ لادے تو اس پر تو بھی وہ ہانپتا ہے، یا
تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ
چھوڑ دے تو اس کو تو بھی ہانپتا ہے، یہی مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو، پس بیان کریں آپ یہی واقعات

---

① آیت ﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ ...... ﴾ کی تفسیر میں مفسرین کی زیادہ تر دو رائے ہیں۔ ایک وہ جو ہمارے فاضل مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کی ہے کہ ربوبیت الٰہی کا اقرار و اعتراف اور اس کی گواہی سے مراد توحید الٰہی پر انسان کی تخلیق ہے یعنی ہر انسان کی فطرت میں اللہ کی عظمت و محبت اور اس کی وحدانیت ودیعت کر دی گئی ہے، حافظ ابن کثیر کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ اس تفسیر کی رو سے عالم واقعات میں ایسا نہیں ہوا ہے، بلکہ یہ ایک تمثیل ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ تمثیل نہیں ہے۔ بلکہ ایک واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے صلب آدم سے (براہ راست) پیدا ہونے والے انسانوں کو اور پھر بنی آدم کی صلبوں سے نسلاً بعد نسل پیدا ہونے والے انسانوں کو چیونٹی کی شکل میں نکالا اور ان سے اپنی ربوبیت کا عہد و اقرار لیا۔ اس کی تائید میں بعض صحیح احادیث بھی ہیں اور صحابۂ کرام کے آثار و اقوال بھی۔ اس کی مختصر تفصیل تفسیر ''احسن البیان'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی لیے امام شوکانی نے اسی تفسیر کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔ بنا بریں فاضل مفسر کا اس دوسری رائے کو یکسر غیر صحیح قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ یہ عہد و اقرار کسی کو یاد ہی نہیں ہے تو اس پر گرفت کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے؟ تو یہی اعتراض پہلی تفسیر پر بھی ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کا انسان کی فطرت میں ودیعت کر دینا کیا اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ اس کی پابندی کرے، جب کہ اسے اس بات کا شعور و ادراک ہی نہیں ہے؟ اس کی جو توجیہ ہو سکتی ہے، دوسری تفسیر میں بھی وہی توجیہ ہے (ص۔ی)

لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (١٧٦) سَآءَ مَثَلًا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ

تاکہ وہ غور وفکر کریں ○ بری ہے مثال ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو اور اپنی جانوں پر

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (١٧٧) مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ

تھے وہ ظلم کرتے ○ جسے ہدایت دے اللہ پس وہی ہے ہدایت یافتہ اور جسے گمراہ کر دے (اللہ)

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (١٧٨)

تو وہی لوگ ہیں خسارہ پانے والے ○

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا﴾ ’’اور سنا دو ان کو حال اس شخص کا جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں‘‘ یعنی ہم نے اسے کتاب اللہ کی تعلیم دی اور وہ ایک علامہ اور ماہر عالم بن گیا ﴿فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ ’’پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا اور شیطان اس کے پیچھے گیا‘‘ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے علم سے حقیقی طور پر متصف نہ ہوا کیونکہ آیات الٰہی کا علم‘ صاحب علم کو مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق سے متصف کر دیتا ہے اور اسے اعلیٰ ترین درجات اور بلند ترین مقامات پر فائز کر دیتا ہے۔ پس اس نے کتاب کو چھوڑ دیا اور ان اخلاق کو دور پھینک دیا جن کا حکم کتاب اللہ دیتی تھی اور ان اخلاق کو اس طرح (اپنی ذات سے) اتار دیا جس طرح لباس اتارا جاتا ہے۔ جب وہ آیات الٰہی سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور جب وہ مضبوط پناہ گاہ سے نکل بھاگا تو شیطان اس پر مسلط ہو گیا اور یوں وہ ادنیٰ ترین لوگوں میں شامل ہو گیا شیطان نے اسے گناہوں پر آمادہ کیا (اور وہ گناہوں میں گھر گیا) ﴿فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴾ ’’پس وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔‘‘ جب کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے حال پر چھوڑ کر اس کے نفس کے حوالے کر دیا تھا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا﴾ ’’اور اگر ہم چاہتے تو اس کا رتبہ ان آیتوں کی بدولت بلند کر دیتے‘‘ یعنی ہم اسے آیات الٰہی پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرتے اور یوں وہ دنیا وآخرت میں بلند درجات پاتا اور اپنے دشمنوں سے محفوظ ہو جاتا ﴿وَلٰكِنَّهٗٓ﴾ مگر اس نے ایسے افعال سرانجام دیئے جو اس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی توفیق سے محروم کر دے۔ ﴿اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ ’’وہ ہو رہا زمین کا‘‘ یعنی وہ سفلی جذبات وخواہشات اور دنیاوی مقاصد کی طرف مائل ہو گیا ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گیا اور اپنے آقا و مولیٰ کی اطاعت چھوڑ دی۔ ﴿فَمَثَلُهٗ﴾ ’’تو اسکی مثال۔‘‘ پس دنیا کی حرص کی شدت اور اسکی طرف میلان میں اس کی حالت یہ ہو گئی ﴿كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ ’’جیسے کتا ہوتا ہے‘ اس پر تو بوجھ لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے‘‘ یعنی وہ ہر حال میں (حرص کی وجہ سے) زبان باہر نکالے رکھتا ہے‘ سخت لالچی بنا رہتا ہے‘ اس میں ایسی حرص ہے جس نے اس کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا

ہے دنیا کی کوئی چیز اس کی محتاجی کو دور نہیں کر سکتی۔ ﴿ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ ”یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا“ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنی آیات بھیجیں مگر انہوں نے ان کی اطاعت نہ کی بلکہ انہوں نے خواہشات نفس کی پیروی میں ان آیات کو جھٹلا کر ٹھکرا دیا۔ ﴿ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ”پس بیان کرو یہ احوال تاکہ وہ غور و فکر کریں“ یعنی شاید وہ ان ضرب الامثال‘ آیات الٰہی اور عبرتوں میں غور و فکر کریں‘ کیونکہ جب وہ غور و فکر کریں گے تو انہیں علم حاصل ہوگا‘ جب علم حاصل ہوگا تو اس پر عمل بھی کریں گے۔

﴿ سَآءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴾ ”جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کی مثال بری ہے اور انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا۔“ یعنی اس شخص کی بہت بری مثال ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی اور مختلف قسم کے گناہ اور معاصی کے ذریعے سے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ پس ان کی مثال بدترین مثال ہے۔ یہ شخص‘ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا‘ احتمال ہے کہ اس سے کوئی معین شخص مراد ہو جس سے یہ سب کچھ واقع ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور بندوں کو تنبیہ کے لیے یہ قصہ بیان کیا اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد اسم جنس ہو اور اس کے عموم میں ہر وہ شخص شامل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا علم عطا کیا ہو اور وہ ان سے نکل بھاگا ہو۔

ان آیات کریمہ میں علم پر عمل کرنے کی ترغیب ہے‘ نیز یہ کہ علم پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ صاحب علم کو رفعت عطا کرتا اور شیطان سے بچاتا ہے۔ نیز ان آیات کریمہ میں علم پر عدم عمل سے ڈرایا گیا ہے اس لئے کہ اگر علم پر عمل نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ عمل نہ کرنے والے کو اسفل سافلین کے درجے پر اتار دیتا ہے اور اس پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو کوئی خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور شہوات میں دھنس جاتا ہے تو یہ چیز اس بات کا سبب بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ راہ راست دکھانا اور گمراہ کرنا صرف اسی اکیلے کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ ﴾ ”جس کو اللہ ہدایت دے۔“ یعنی نیکیوں کی توفیق عطا کر کے اللہ تعالیٰ جسے راہ راست دکھا دے اور ناپسندیدہ امور سے بچا لے اور ان چیزوں کے علم سے نواز دے جنہیں وہ نہیں جانتا تھا ﴿ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ﴾ ”تو وہی حقیقی ہدایت یافتہ ہے“ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو ترجیح دی۔ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلْ ﴾ ”اور جس کو گمراہ کر دے۔“ یعنی جسے اس کے حال پر چھوڑ کر اور بھلائی کی توفیق سے محروم کر کے وہ گمراہ کر دے۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ ”تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔“ یہی لوگ قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالنے والے ہیں۔ خبردار! یہی کھلا خسارہ ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا

اور البتہ تحقیق پیدا کیے ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جن اور انسان' ان کے دل ہیں (لیکن) نہیں

يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ

سمجھتے وہ ساتھ ان کے (حق کو) اور ان کی آنکھیں ہیں (لیکن) نہیں دیکھتے وہ ساتھ ان کے' اور ان کے کان ہیں (لیکن) نہیں سنتے وہ

بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (۱۷۹) وَلِلّٰهِ

ساتھ ان کے (حق)' یہی لوگ ہیں مانند چوپایوں کے بلکہ وہ (ان سے) بھی زیادہ گمراہ ہیں' یہی لوگ ہیں غافل ○ اور اللہ ہی کیلئے ہیں

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ

نام اچھے اچھے' سو تم پکارو اسے ساتھ ان (ناموں) کے' اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو کجروی اختیار کرتے ہیں اس کے ناموں میں

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۸۰) وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

عنقریب بدلہ دیے جائیں گے وہ اسکا جو تھے وہ عمل کرتے ○ اور ان میں سے جنہیں پیدا کیا ہم نے ایک جماعت ہے جو رہنمائی کرتی ہے ساتھ حق کے

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (۱۸۱) ۧ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ

اور ساتھ اسی کے وہ عدل کرتی ہے ○ اور وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ضرور بتدریج پکڑیں گے ہم انہیں جہاں سے

لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۸۲) ۖ ۚ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۟ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (۱۸۳) اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا

انہیں علم بھی نہ ہوگا ○ اور مہلت دیتا ہوں میں انہیں' بلاشبہ میری تدبیر انتہائی مضبوط ہے ○ کیا نہیں غور کیا انہوں نے کہ نہیں

بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (۱۸۴) اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ

ہے ان کے ساتھی (پیغمبر) کو کوئی جنون؟ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا ظاہر ○ اور کیا نہیں دیکھا انہوں نے بادشاہی میں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ

آسمانوں اور زمین کی' اور جو کچھ پیدا کیا اللہ نے ہر چیز سے؟ اور یہ کہ شاید

اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (۱۸۵) مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا

قریب آ گئی مقررہ مدت ان کی پس ساتھ کس بات کے' بعد اس (قرآن) کے وہ ایمان لائیں گے؟ ○ جس کو گمراہ کر دے اللہ تو نہیں

هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۱۸۶) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ

کوئی ہدایت دینے والا اسے' اور وہ چھوڑ دیتا ہے انہیں ان کی سرکشی میں' وہ سرگرداں پھرتے ہیں ○ سوال کرتے ہیں آپ سے قیامت کے بارے میں

اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا

کہ کب ہے واقع ہونا اس کا؟ کہہ دیجیے! یقیناً اسکا علم نزدیک میرے رب ہی کے ہے' نہیں ظاہر کرے گا اس کو اسکے وقت پر مگر

هُوَ ؔ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ

وہی بھاری (حادثہ) ہے وہ (قیامت) آسمانوں اور زمین میں' نہیں آئے گی وہ تمہارے پاس مگر اچانک ہی' وہ (لوگ) سوال کرتے ہیں آپ سے

۲۲ ع ۱۴

وقف لازم

كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَاؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

گویا کہ آپ پوری تحقیق کر چکے ہیں اس کی بابت' فرما دیجئے! اس کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُؕ وَلَوْ كُنْتُ

جانتے ○ کہہ دیجئے! نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے لیے نفع کا اور نہ نقصان کا' مگر جو چاہے اللہ' اور اگر ہوتا

اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ

میں جانتا غیب تو البتہ بہت حاصل کر لیتا میں بھلائیاں اور نہ پہنچتی مجھے تکلیف' نہیں ہوں میں (کچھ بھی) مگر ڈرانے والا (کافروں کو)

وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ

اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ○ وہی ہے (اللہ) جس نے پیدا کیا تمھیں ایک جان سے اور بنایا اس نے

مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَاۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ

اس سے اسکا جوڑا تا کہ وہ سکون حاصل کرے اس سے' پس جب صحبت کی اس نے بیوی سے تو اٹھایا اس نے حمل ہلکا' پس وہ لیے پھرتی رہی

بِهٖۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ

اس کو سو جب بوجھل ہو گئی وہ تو دعا کی ان دونوں نے اللہ' اپنے رب سے کہ اگر دیا تو نے ہمیں تندرست (بچہ) تو ہونگے ہم

مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَاۤ اٰتٰىهُمَاۚ

شکر گزاروں میں سے ○ پس جب دیا اللہ نے انہیں تندرست (بچہ) تو بنا لیے انہوں نے اللہ کے شریک اس میں جو دیا تھا اس نے انہیں

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ

پس بلند تر ہے اللہ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ○ کیا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ان کو جو نہیں پیدا کرتے کوئی چیز بھی اور وہ خود

يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ۚ ۖ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾

پیدا کیے جاتے ہیں ○ اور نہیں طاقت رکھتے وہ' ان (مشرکین) کی مدد کرنے کی' اور نہ اپنی ہی وہ مدد کر سکتے ہیں ○

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ

اور اگر بلاؤ تم انہیں طرف ہدایت کی تو نہیں پیروی کریں گے وہ تمہاری' برابر ہے اوپر تمہارے خواہ تم بلاؤ ان کو

اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

یا ہو تم خاموش رہنے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ راہ راست سے بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں اور شیطان لعین کے پیروکاروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا﴾ ''اور ہم نے پیدا کیا۔'' یعنی ہم نے پیدا کیا اور پھیلایا ﴿لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ ''جہنم کے لئے بہت سے جن اور آدمی'' پس چوپائے بھی ان سے بہتر حالت میں ہیں ﴿لَهُمْ

﴿قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا﴾ ”ان کے دل ہیں، جن سے وہ سمجھتے نہیں“، یعنی علم اور سمجھ ان تک راہ نہیں پاتے، سوائے ان کے خلاف قیام حجت کے ﴿وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا﴾ ”ان کی آنکھیں ہیں، جن سے وہ دیکھتے نہیں“، یعنی وہ ان آنکھوں سے اس طرح نہیں دیکھتے کہ دیکھنا ان کے لئے فائدہ مند ہو بلکہ انہوں نے اپنی بینائی کی منفعت اور فائدے کو کھو دیا۔ ﴿وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا﴾ ”ان کے کان ہیں، جن سے وہ سنتے نہیں“ وہ ان کانوں سے اس طرح نہیں سنتے کہ ان کے دلوں تک معانی و مفاہیم پہنچ جائیں۔ ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ”یہ“ یعنی وہ لوگ جو ان اوصاف قبیحہ کے حامل ہیں ﴿كَالْاَنْعَامِ﴾ ”چوپاؤں کی مانند ہیں“ جو عقل سے محروم ہیں۔ انہوں نے فانی چیزوں کو ان چیزوں پر ترجیح دی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں پس ان سے عقل کی خاصیت سلب کر لی گئی ﴿بَلْ هُمْ اَضَلُّ﴾ ”بلکہ وہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔“ یعنی وہ چوپاؤں سے بھی زیادہ گمراہ اور بے سمجھ ہیں کیونکہ بہائم سے تو وہ کام لئے جاتے ہیں جن کاموں کے لیے ان کو تخلیق کیا گیا ہے، ان کے ذہن ہیں جن کے ذریعے سے وہ مضرت و منفعت کا ادراک کرتے ہیں۔ بنا بریں چوپاؤں کا حال ان کے حال سے اچھا ہے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ”وہی لوگ ہیں غافل“ جو سب سے زیادہ نفع مند چیز سے غافل ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی اطاعت اور اس کے ذکر سے غافل ہیں حالانکہ ان کو دل، کان اور آنکھیں عطا کی گئیں، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں ان سے مدد لیں، لیکن انہوں نے اس مقصد کے برعکس امور کے لئے ان کو استعمال کیا۔ پس یہ لوگ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو ان لوگوں میں شمار کیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے تخلیق کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ میں جھونکنے کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہل جہنم کے اعمال سرانجام دے رہے ہیں۔

رہا وہ شخص جو ان جوارح کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں استعمال کرتا ہے، جس کا قلب اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی محبت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور وہ اللہ سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ پس ایسے ہی لوگ اہل جنت ہیں اور وہ اہل جنت کے اعمال سرانجام دیتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی عظمت اور اس کے اوصاف کی وسعت کو بیان کرتی ہے، نیز یہ بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام اسمائے حسنیٰ ہیں، یعنی اس کا ہر نام اچھا ہے۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام ایک عظیم صفت کمال پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے ان اسماء کو اسمائے حسنیٰ کہا گیا ہے۔ اگر یہ اسماء صفات پر دلالت نہ کرتے بلکہ محض علم ہوتے تو یہ اسماء ”حسنیٰ“ نہ ہوتے اس طرح اگر یہ اسماء کسی ایسی صفت پر دلالت کرتے جو صفت کمال نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس صفت نقص یا صفت منقسم ہوتی یعنی بہ یک وقت مدح و قدح پر دلالت کرتے تب بھی یہ اسماء ”حسنیٰ“ نہ کہلا سکتے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہر اسم پوری صفت پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ اسم مشتق ہے اور وہ اس صفت کے تمام معانی کو شامل ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک (اَلْعَلِیْم) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ایسے علم کا مالک ہے جو عام ہے اور تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے، پس زمین و آسمان میں ایک ذرہ بھی اس کے دائرہ علم سے باہر نہیں۔ اس کا اسم مبارک (اَلرَّحِیْم) دلالت کرتا ہے کہ وہ عظیم اور بے پایاں رحمت کا مالک ہے جو ہر چیز پر سایہ کناں ہے۔ (اَلْقَدِیْر) دلالت کرتا ہے کہ وہ قدرت عامہ کا مالک ہے کوئی چیز بھی اس کی قدرت کو عاجز اور لاچار نہیں کر سکتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء کا کامل طور پر (حُسْنٰی) ہونا یہ ہے کہ اس کو ان اسماء حسنٰی کے سوا کسی اور اسم سے نہ پکارا جائے بنابریں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ﴿فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ”پس اس کو انہی ناموں سے پکارو“ اور اس دعا میں دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں شامل ہیں۔ پس ہر مطلوب میں اللہ تعالیٰ کو اس کے اس اسم مبارک سے پکارا جائے جو اس مطلوب سے مناسبت رکھتا ہے۔

پس دعا مانگنے والا یوں دعا مانگے ”اے اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم کر بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے“۔ ”اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول کر“ ”اے رزق دینے والے مجھے رزق عطا کر“ اور ”اے لطف و کرم کے مالک مجھے اپنے لطف سے نواز۔۔۔“ وغیرہ۔

﴿وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ”اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں، عنقریب ان کو ان کے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا“ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی پاداش میں انہیں سخت سزا اور عذاب دیا جائے گا اور الحاد کی حقیقت یہ ہے کہ ان اسماء کو ان معانی سے ہٹا کر جن کے لیے ان کو وضع کیا گیا ہے، دوسری طرف موڑنا (اور اس کی مختلف صورتیں ہیں)۔

(۱) ان ناموں سے ایسی ہستیوں کو موسوم کرنا جو ان ناموں کی مستحق نہیں، مثلاً مشرکین کا اپنے معبودوں کو ان ناموں سے موسوم کرنا۔

(۲) ان اسماء کے اصل معانی و مراد کی نفی اور ان میں تحریف کر کے ان کے کوئی اور معانی گھڑ لینا، جو اللہ اور اس کے رسول کی مراد نہیں۔

(۳) ان اسماء سے دوسروں کو تشبیہ دینا۔ پس واجب ہے کہ اسمائے حسنٰی میں الحاد سے بچا جائے اور اسماء میں الحاد کرنے والوں سے دور رہا جائے۔ صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، آپ نے فرمایا:

”اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو یاد کر لیتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا“۔①

﴿وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ﴾ ”اور ہماری مخلوقات میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں۔“ یعنی ان تمام لوگوں میں جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک ایسا گروہ بھی ہے جو فضیلت کا مالک ہے، جو خود کامل

---

① صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط والثنیا فی الإقرار...... الخ، ح ۲۷۳۶

ہے اور دوسروں کی حق کی طرف راہ نمائی کرتا ہے' یہ لوگ حق کا علم رکھتے ہیں' اس پر عمل کرتے ہیں' حق کی تعلیم دیتے' اس کی طرف بلاتے اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ﴿وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ﴾ ''اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں'' جب وہ لوگوں کے مال' خون' حقوق اور ان کے مقالات وغیرہ کے بارے میں فیصلے کرتے ہیں تو حق کی بنیاد پر انصاف کرتے ہیں۔ یہ لوگ ائمہ ہدی اور تاریکیوں میں روشن قنادیل ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان' عمل صالح' حق کی وصیت اور صبر کی وصیت جیسی نعمتوں سے نوازا ہے۔ وہ صدیق ہیں جن کا مرتبہ رسالت کے بعد ہے اور خود ان کے مراتب میں ان کے احوال اور قدر و منزلت کے مطابق تفاوت ہے۔

پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتی ہے' مختص کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان آیات کی تکذیب کی' جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اور ہدایت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں' پس انہوں نے ان کو ٹھکرا دیا اور ان کو قبول نہ کیا ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہم ان کو آہستہ آہستہ ایسی جگہ سے پکڑیں گے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہوگی'' یعنی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ان کو وافر رزق بہم پہنچاتا ہے۔ ﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ﴾ ''اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں'' یہاں تک کہ وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ان کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور ان کو سزا نہیں دی جائے گی' پس وہ کفر اور سرکشی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ان کے شر میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بنابریں ان کی سزا میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کا عذاب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور انہیں علم تک نہیں ہوتا۔ اس لئے فرمایا: ﴿اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ ''میری تدبیر (بڑی) مضبوط ہے۔'' یعنی میری چال بہت مضبوط اور کارگر ہے۔ ﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ﴾ ''کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی کو'' یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کو ﴿مِّنْ جِنَّةٍ﴾ ''کوئی جنون نہیں'' یعنی کیا انہوں نے غور و فکر نہیں کیا کہ ان کے ساتھی کا حال' جس کو یہ اچھی طرح جانتے ہیں' چھپا ہوا نہیں ہے۔ کیا وہ پاگل ہے؟ پس اس کے اخلاق و اطوار' اس کی سیرت' طریقے اور اس کے اوصاف کو دیکھیں اور اس کی دعوت میں غور و فکر کریں۔ وہ اس میں کامل ترین صفات' بہترین اخلاق اور ایسی عقل و رائے کے سوا کچھ نہیں پائیں گے جو تمام جہانوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ وہ بھلائی کے سوا کسی چیز کی دعوت نہیں دیتا اور برائی کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتا۔ پس اے صاحبان عقل و دانش! کیا اس شخص کو جنون لاحق ہے یا یہ شخص بہت بڑا راہ نما' بھلا خیر خواہ' مجد و کرم کا مالک اور رؤف و رحیم ہے؟ بنابریں فرمایا: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''وہ تو صرف ڈرانے والا ہے'' یعنی وہ تمام مخلوق کو اس چیز کی طرف بلاتا ہے جو انہیں عذاب سے نجات دے اور جس سے انہیں ثواب حاصل ہو۔

﴿اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں نظر نہیں کی'' کیونکہ جب یہ لوگ زمین و آسمان کی بادشاہی میں غور و فکر کریں گے تو وہ اسے اس کے رب کی

وحدانیت اور اس کی صفات کمال پر دلیل پائیں گے۔ ﴿وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ﴾ ’’اور جو کچھ پیدا کیا اللہ نے ہر چیز سے‘‘ اسی طرح وہ ان تمام چیزوں میں غور و فکر کریں‘ کیونکہ کائنات کے تمام اجزا اللہ تعالیٰ کی ذات‘ اس کی قدرت‘ اس کی حکمت اور اس کی بے کراں رحمت‘ اس کے احسان‘ اس کی مشیت نافذہ اور اس کی ان عظیم صفات پر سب سے بڑی دلیل ہیں‘ جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اکیلا خلق و تدبیر کا مالک ہے وہ اکیلا معبود محمود‘ وہ اکیلا پاکیزگی کا مستحق اور واحد محبوب ہے۔ فرمایا: ﴿وَاَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ﴾ ’’اور شاید کہ قریب آ گیا ہو ان کا وعدہ‘‘ یعنی وہ اپنے خصوصی احوال میں غور کریں اس سے قبل کہ ان کا وقت آن پہنچے اور اچانک ان کی غفلت اور اعراض کی حالت میں موت کا پنجہ ان کو اپنی گرفت میں لے لے اور اس وقت وہ اپنی کوتاہی کا استدراک نہ کر سکیں ﴿فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟‘‘ یعنی اگر یہ اس جلیل القدر کتاب پر ایمان نہیں لائے تو پھر کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟ کیا یہ جھوٹ اور گمراہی کی کتابوں پر ایمان لائیں گے؟ کیا وہ ہر بہتان طراز اور دجال کی بات پر ایمان لائیں گے؟ مگر گمراہ شخص کی ہدایت کی کوئی سبیل نہیں۔

﴿مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾ ’’جس کو اللہ گمراہ کر دے‘ اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور اللہ چھوڑے رکھتا ہے ان کو گمراہی میں سرگرداں‘‘ یعنی وہ اپنی سرکشی میں حیران و سرگرداں پھرتے ہیں‘ وہ اپنی سرکشی سے نکل کر حق کی طرف نہیں آتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جناب محمد مصطفی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ﴾ ’’آپ سے پوچھتے ہیں۔‘‘ یعنی یہ جھٹلانے والے اور تلبیس کی غرض سے سوال کرنے والے آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں۔ ﴿عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا﴾ ’’قیامت کے بارے میں‘ کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے۔‘‘ یعنی وہ وقت کب ہو گا جب قیامت کی گھڑی آئے گی اور مخلوق میں قیامت قائم ہو گی۔ ﴿قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ﴾ ’’کہہ دیجیے! اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے‘‘ یعنی قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ ﴿لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ﴾ ’’وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔‘‘ یعنی وہ وقت جو اس کے قائم ہونے کے لیے مقرر کیا ہوا ہے‘ صرف اللہ تعالیٰ ہی ظاہر کرے گا ﴿ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں‘‘ یعنی زمین و آسمان کے رہنے والوں پر قیامت کی گھڑی مخفی ہے‘ اس گھڑی کا معاملہ ان کے لیے نہایت شدید اور وہ اس گھڑی سے بہت خوف زدہ ہیں۔ ﴿لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً﴾ ’’اور وہ ناگہاں تم پر آ جائے گی۔‘‘ یہ گھڑی اچانک انہیں اس طرح آئے گی کہ وہ ان کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو گی اور اس کے لیے وہ تیار بھی نہ ہوں گے۔ ﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا﴾ ’’یہ آپ سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔‘‘ وہ اس گھڑی کے بارے میں آپ سے سوال کرنے کے بہت خواہش مند ہیں گویا کہ آپ اس سوال کے متعلق پورا علم رکھتے ہیں اور انہوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ باوجود

اس بات کے کہ آپ کو اپنے رب کی بابت کمال علم حاصل ہے اور یہ کہ رب سے کون سی بات پوچھنی فائدہ مند ہے' آپ ایسے سوال کی پروا نہیں کرتے تھے جو مصلحت سے خالی ہوتا اور جس کا جاننا ناممکن ہوتا' قیامت کی گھڑی کو کوئی رسول جانتا ہے نہ کوئی مقرب فرشتہ۔ اور اس کا تعلق ایسے امور سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل حکمت اور وسیع علم کی بنا پر مخلوق سے مخفی رکھا ہے۔

﴿ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ "کہہ دیجیے! اس قیامت کا علم اللہ کے پاس ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" اسی لئے وہ اس چیز کے خواہش مند ہوتے ہیں جس کی خواہش کرنا ان کے لیے مناسب نہیں۔ خاص طور پر وہ لوگ جو ان اہم امور کے بارے میں تو سوال نہیں کرتے' جن کے بارے میں علم حاصل کرنا ان پر فرض ہے اور ان امور کے بارے میں سوال کرتے ہیں جن کے بارے میں حصول علم کی کوئی سبیل نہیں ہوتی' نہ ان سے یہ مطالبہ ہی کیا جائے گا کہ انہوں نے اس کا علم حاصل کیوں نہیں کیا۔

﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ﴾ "کہہ دیجیے! میں تو اپنے نفس کے لئے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا" اس لئے کہ میں تو محتاج بندہ ہوں اور کسی دوسری ہستی کے دست تدبیر کے تحت ہوں۔ مجھے اگر کوئی بھلائی عطا ہوتی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مجھ سے شر بھی کوئی دور کرتا ہے تو صرف وہی اور میرے پاس کوئی علم بھی نہیں' سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا ہے ﴿ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ﴾ "اگر میں غیب جان لیا کرتا تو بہت بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے برائی کبھی نہ پہنچتی" یعنی میں وہ اسباب مہیا کر لیتا جن کے بارے میں مجھے علم ہوتا کہ وہ مصالح اور منافع پر منتج ہوں گے اور میں ہر تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیز سے بچ جاتا کیونکہ مجھے ان کے وقوع کا بھی پہلے ہی سے علم ہوتا اور مجھے یہ بھی معلوم ہوتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ مگر مجھے غیب کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی تکلیف بھی پہنچتی ہے اور اسی وجہ سے کبھی کبھی مجھ سے دنیاوی فوائد اور مصالح بھی فوت ہو جاتے ہیں۔ اور یہ اس بات کی اولین دلیل ہے کہ میں غیب کا علم نہیں جانتا ﴿ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ ﴾ "میں تو صرف ڈر سنانے والا ہوں۔" یعنی میں تو صرف دنیاوی' دینی اور اخروی سزاؤں سے ڈراتا ہوں اور ان اعمال سے آگاہ کرتا ہوں جو ان سزاؤں کا باعث بنتے ہیں اور سزاؤں سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں۔

﴿ وَّبَشِيْرٌ ﴾ "اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔" اور ثواب عاجل و آجل کی منزل تک پہنچانے والے اعمال کو واضح کر کے اور ان کی ترغیب دے کر اس ثواب کی خوشخبری سناتا ہوں۔ مگر ہر شخص اس تبشیر و انذار کو قبول نہیں کرتا بلکہ صرف اہل ایمان ہی اس بشارت و انذار کو قبول کر کے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

یہ آیات کریمہ اس شخص کی جہالت کو بیان کرتی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی ذات کو مقصود بناتا ہے اور حصول منفعت اور دفع مضرت کے لیے نبی کریم ﷺ کو پکارتا ہے .... کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں'

جسے اللہ تعالیٰ نفع پہنچانا نہ چاہے آپ اسے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ جس سے ضرر دور نہ کرے آپ اس سے ضرر کو دور نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آپ کے پاس علم بھی صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ صرف تبشیر و انذار اور ان پر عمل ہی فائدہ دیتا ہے جن کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ یہ تبشیر اور انذار ہی آپ ﷺ کی طرف سے فائدہ ہے جو ماں باپ، دوست احباب اور بھائیوں کی طرف سے فائدے پر فوقیت رکھتا ہے، یہی وہ نفع ہے جس کے ذریعے سے بندوں کو ہر بھلائی پر آمادہ کیا جاتا ہے اور ہر برائی سے ان کے لیے حفاظت ہے اور اس میں ان کے لیے حد درجہ بیان اور توضیح ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ ”وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا“ اے مردو اور عورتو! جو روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہو، تمہاری کثرت تعداد اور تمہارے متفرق ہونے کے باوصف ﴿مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ”ایک جان سے“ اور وہ ہیں ابوالبشر آدم علیہ السلام۔ ﴿وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ ”اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا“ یعنی آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی حوا علیہا السلام کو تخلیق کیا۔ ﴿لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ ”تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے“ چونکہ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے ان دونوں کے مابین ایسی مناسبت اور موافقت موجود ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں اور شہوت کے تعلق سے ایک دوسرے کی اطاعت کریں۔ ﴿فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا﴾ ”سو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے۔“ یعنی جب آدمی نے اپنی بیوی سے مجامعت کی تو باری تعالیٰ نے یہ بات مقدر کر دی کہ اس شہوت اور جماع سے ان کی نسل وجود میں آئے اور اس وقت ﴿حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا﴾ ”حمل رہا ہلکا سا حمل“ یہ کیفیت حمل کے ابتدائی ایام میں ہوتی ہے عورت اس کو محسوس نہیں کر پاتی اور نہ اس وقت یہ حمل بوجھل ہوتا ہے۔ ﴿فَلَمَّآ﴾ ”پس جب“ یہ حمل اسی طرح موجود رہا ﴿اَثْقَلَتْ﴾ ”بوجھل ہو گئی“ یعنی اس حمل کی وجہ سے جب کہ وہ حمل بڑا ہو جاتا ہے تو اس وقت والدین کے دل میں بچے کے لیے شفقت، اس کے زندہ صحیح و سالم اور ہر آفت سے محفوظ پیدا ہونے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ بنا بریں ﴿دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا﴾ ”دونوں نے دعا کی اللہ اپنے رب سے، اگر بخشا تو نے ہم کو“ یعنی بچہ ﴿صَالِحًا﴾ ”صحیح و سالم“ یعنی صحیح الخلقت، پورا اور ہر نقص سے محفوظ ﴿لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ”تو ہم شکر گزار بندوں میں سے ہوں گے۔“

﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا﴾ ”پس جب وہ ان کو صحیح و سالم (بچہ) دیتا ہے۔“ یعنی ان کی دعا قبول کرتے ہوئے جب ان کو صحیح سالم بچہ عطا کیا اور اس بارے میں ان پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی ﴿جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا﴾ ”تو اس میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔“ یعنی اس بچے کے عطا ہونے پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا دیئے۔ جس کو اکیلا اللہ تعالیٰ وجود میں لایا ہے اس نے یہ نعمت عطا کی ہے اور اسی نے یہ بچہ عطا کر کے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ پس انہوں نے اپنے بیٹے کو غیر اللہ کا بندہ بنا دیا۔ یا تو اسے غیر اللہ کے

بندے کے طور پر موسوم کر دیا مثلاً ”عبدالحارث“ ”عبدالعزیٰ“ اور ”عبدالکعبہ“ وغیرہ۔ یا انہوں نے یہ کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نعمتوں سے نوازا جن کا شمار کسی بندے کے بس سے باہر ہے‘ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کیا۔

کلام میں یہ انتقال نوع سے جنس کی طرف انتقال کی قسم شمار ہوتا ہے کیونکہ کلام کی ابتدا آدم اور حوا علیہما السلام کے بارے میں ہے پھر کلام آدم و حوا علیہما السلام سے جنس کی طرف منتقل ہو گیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شرک‘ آدم و حوا علیہما السلام کی ذریت میں بہت کثرت سے موجود ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے شرک کے بطلان کا اقرار کروایا ہے نیز یہ کہ وہ اس بارے میں سخت ظالم ہیں‘ خواہ یہ شرک اقوال میں ہو یا افعال میں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان سب کو ایک جان سے پیدا کیا پھر اس جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان میں سے ان کے جوڑے پیدا کئے پھر ان کے درمیان مودت و محبت پیدا کی جس کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے پاس سکون پاتے ہیں‘ ایک دوسرے کے لیے الفت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف ان کی راہ نمائی فرمائی جس سے شہوت‘ لذت‘ اولاد اور نسل حاصل ہوتی ہے‘ پھر اللہ تعالیٰ نے وقت مقررہ تک ماؤں کے بطن میں اولاد کو وجود عطا کیا۔ وہ بڑی امیدوں کے ساتھ اولاد کی پیدائش کا انتظار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ بچے کو صحیح سالم ماں کے پیٹ سے باہر لائے۔ پس (اس دعا کو قبول کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ان کو ان کا مطلوب عطا کر دیا۔ تب کیا اللہ تعالیٰ اس بات کا مستحق نہیں کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں‘ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اسی کے لیے اطاعت کو خالص کریں؟ مگر معاملہ اس کے برعکس ہے‘ انہوں نے ان ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا دیا ﴿مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ﴾ ”جو پیدا نہ کریں کوئی چیز بھی اور وہ پیدا ہوئے ہیں اور نہیں کر سکتے وہ ان کے لئے“ یعنی اپنے عبادت گزاروں کے لیے ﴿نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ ”مدد اور نہ اپنی ہی مدد کریں“ کسی کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

جب (شریک ٹھہرائی ہوئی اس ہستی کی) یہ حالت ہو کہ وہ پیدا نہ کر سکتی ہو‘ ایک ذرہ بھی پیدا کرنے پر قادر نہ ہو بلکہ وہ خود مخلوق ہو اور وہ اپنے عبادت گزار سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو بلکہ خود اپنی ذات سے بھی کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنے پر قادر نہ ہو‘ تو بھلا اس کو اللہ کے ساتھ کیسے معبود بنایا جا سکتا ہے؟ بلاشبہ یہ سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑی حماقت ہے۔

﴿وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ﴾ ”اور اگر تم ان کو پکارو۔“ یعنی اے مشرکو! اگر تم ان بتوں کو‘ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو‘ پکارو ﴿اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ﴾ ”راستے کی

طرف، تو نہ چلیں تمہاری پکار پر، برابر ہے تم پر کہ تم ان کو پکارو یا چپکے ہو رہو،" ان معبودوں سے تو انسان ہی اچھا ہے کیونکہ یہ معبود سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ یہ کسی کی راہ نمائی کر سکتے ہیں نہ ان کی راہ نمائی کی جا سکتی ہے۔ ایک عقل مند شخص جب ان تمام امور کو مجرد طور پر اپنے تصور میں لاتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ ان کی الوہیت باطل ہے اور جو کوئی ان کی عبادت کرتا ہے وہ بے وقوف ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا

بے شک وہ لوگ جنھیں پکارتے ہو تم اللہ کو چھوڑ کر، (وہ تو) بندے ہیں تم جیسے ہی، سو پکارو تم انھیں، پس چاہیے کہ جواب دیں وہ

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۱۹۴﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُونَ بِهَآ ۫ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَّبْطِشُونَ

تمھیں، اگر ہو تم سچے ○ کیا ان کے ایسے پیر ہیں کہ چلتے ہیں وہ ان سے؟ کیا ان کے ایسے ہاتھ ہیں کہ پکڑتے ہیں وہ

بِهَآ ۫ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُّبْصِرُونَ بِهَآ ۫ أَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا ؕ قُلِ

ان سے؟ کیا ان کی ایسی آنکھیں ہیں کہ دیکھتے ہیں وہ ان سے؟ کیا ان کے ایسے کان ہیں کہ وہ سنتے ہیں ان سے؟ کہہ دیجیے!

ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۱۹۵﴾ إِنَّ وَلِـۧيَ اللّٰهُ الَّذِي

بلاؤ تم اپنے شریکوں کو، پھر تدبیر کرو تم میرے خلاف، اور نہ مہلت دو تم مجھے ○ بلاشبہ میرا کارساز تو اللہ ہی ہے جس نے

نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِينَ ﴿۱۹۶﴾

نازل کی ہے یہ کتاب، اور وہی کارسازی کرتا ہے صالحین کی ○

یہ بتوں کے پوجنے والے مشرکین کو مقابلے کی دعوت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ "جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، تم جیسے ہی بندے ہیں" ان کے اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں، تم سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے غلام ہو۔ اگر تم اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہو کہ یہ ہستیاں جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے عبادت کی مستحق ہیں ﴿فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ﴾ "تو تم انہیں پکارو، پس چاہیے کہ وہ تمہاری پکار کا جواب دیں"۔ پس اگر وہ تمہاری پکار کا جواب دے دیں اور تمہارا مطلوب حاصل ہو جائے۔۔۔ ورنہ ثابت ہو گیا کہ تم اپنے دعوے میں جھوٹے ہو اور اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان لگا رہے ہو۔

یہ چیز کوئی وضاحت کی محتاج نہیں، کیونکہ اگر تم ان کی طرف دیکھو تو ان کی شکل ہی دلالت کرتی ہے کہ ان کے پاس کوئی نفع مند چیز نہیں۔۔۔ ان کے پاس چلنے کے لیے پاؤں، پکڑنے کے لیے ہاتھ، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سننے کے لیے کان نہیں۔ یہ تمام اعضاء و قویٰ سے محروم ہیں جو انسان میں موجود ہوتے ہیں۔ جب تم انہیں پکارتے ہو تو یہ جواب نہیں دے سکتے۔ تو یہ تمہاری ہی مانند بندے ہیں بلکہ تم ان سے زیادہ کامل اور ان سے زیادہ طاقت ور ہو۔ تب کس بنا پر تم ان کی عبادت کرتے ہو؟ ﴿قُلِ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ﴾ "کہہ

دیجیے! پکارو اپنے شریکوں کو‘ پھر برائی کرو میرے حق میں اور مجھ کو ڈھیل نہ دو“ یعنی اگر تمہارے معبود اور تم خود مجھے برائی اور تکلیف پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جاؤ اور مجھے کوئی ڈھیل اور مہلت بھی نہ دو‘ تب بھی تم مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکو گے۔ ﴿إِنَّ وَلِيِّـۧ اللّٰهُ﴾ ”میرا حمایتی تو اللہ ہے“ جو میری سرپرستی کرتا ہے‘ پس مجھے ہر قسم کی منفعت عطا کرتا ہے اور ہر قسم کے ضرر سے بچاتا ہے۔ ﴿الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ﴾ ”جس نے کتاب نازل فرمائی۔“ جس میں ہدایت‘ شفا اور روشنی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے خاص بندوں کی دینی تربیت کے لیے سرپرستی ہے۔ ﴿وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴾ ”اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی“ وہ لوگ جن کی نیتیں‘ اعمال اور اقوال پاک ہیں‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ﴾ (البقرہ: ۲/۲۵۷) ”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست اور سرپرست ہے جو ایمان لائے‘ وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے“۔

پس صالح مومن‘ جب ایمان اور تقویٰ کے ذریعے سے اپنے رب کو اپنا دوست اور سرپرست بنا لیتے ہیں اور کسی ایسی ہستی کو اپنا دوست نہیں بناتے جو کسی کو نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان‘ تو اللہ تعالیٰ ان کا دوست اور مددگار بن جاتا ہے‘ ان کو اپنے لطف و کرم سے نوازتا ہے‘ ان کے دین و دنیا کی بھلائی اور مصالح میں ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے ایمان کے ذریعے سے ان سے ہر ناپسندیدہ چیز کو دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (الحج: ۲۲/۳۸) ”اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا ہے۔“

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ

اور وہ جنہیں تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے‘ نہیں استطاعت رکھتے وہ تمہاری مدد کرنے کی اور نہ اپنی ہی

يَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۷ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ط وَتَرٰىهُمْ

وہ مدد کر سکتے ہیں ○ اور اگر بلاؤ تم انہیں طرف ہدایت کی تو نہ سنیں وہ‘ اور دیکھتے ہیں آپ ان کو

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۱۹۸

کہ دیکھ رہے ہیں وہ طرف آپ کی حالانکہ وہ نہیں دیکھتے ○

یہ آیت بھی ان بتوں کی عبادت کے عدم استحقاق کو بیان کرتی ہے جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں‘ کیونکہ یہ خود اپنی مدد کرنے کی استطاعت اور قدرت رکھتے ہیں نہ اپنے عبادت گزاروں کی مدد کر سکتے ہیں۔ ان میں قوت عقل ہے نہ جواب دینے کی طاقت۔ اگر تو ان کو ہدایت کی طرف بلائے تو ان کی طرف نہیں آئیں گے کیونکہ یہ تو زندگی کے بغیر محض تصویریں ہیں۔ تو ان کو دیکھے گا کہ گویا وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں مگر حقیقت میں وہ دیکھ نہیں سکتے‘ کیونکہ مصوروں نے ان کو انسانوں وغیرہ جانداروں کی صورت دی ہے‘ ان کی آنکھیں اور دیگر اعضاء بنائے ہیں۔ جب تو ان کی طرف دیکھے گا تو کہہ اٹھے گا کہ یہ زندہ ہیں مگر جب تو ان کو غور سے دیکھے گا تو

پہچان لے گا کہ یہ تو جامد پتھر ہیں جن میں کوئی حرکت ہے نہ زندگی۔ تب کس بنا پر مشرکین نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ الٰہ ٹھہرالیا؟ کون سی مصلحت اور کون سے فائدے کی خاطر یہ لوگ ان کے پاس اعتکاف کرتے ہیں اور مختلف عبادات کے ذریعے سے ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں؟

جب اس چیز کی معرفت حاصل ہوگئی تو یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر مشرکین اور ان کے معبود جن کی یہ عبادت کرتے ہیں، اکٹھے ہو کر ان لوگوں کے خلاف چالیں چل لیں جن کو زمین اور آسمانوں کی تخلیق کرنے والے نے اپنی سرپرستی میں لے رکھا ہے اور اپنے نیک بندوں کے احوال کا والی ہے، وہ اپنی چال سے ذرہ بھر نقصان پہنچانے پر قادر نہیں کیونکہ وہ کامل طور پر عاجز اور ان کے معبود بھی عاجز ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ پوری قوت اور کامل اقتدار کا مالک ہے اور وہ شخص بھی قوی ہے جو اس کے جلال کی پناہ لیتا اور اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ میں ضمیر مشرکین کی طرف لوٹتی ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی (تب اس کے معنی یہ ہوں گے) اے اللہ کے رسول! آپ سمجھتے ہیں کہ مشرکین آپ کو اعتبار کی نظر سے دیکھتے ہیں تاکہ جھوٹے میں سے سچے کا امتیاز ہو سکے۔ مگر وہ آپ ﷺ کی حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے اور وہ جمال و کمال اور صدق کی ان علامتوں کو نہیں دیکھ سکتے جن کے ذریعے سے پہچاننے والے حقیقت کو پہچانتے ہیں۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾

اختیار کیجیے درگزر کو اور حکم کیجیے نیک کام کا اور اعراض کیجیے جاہلوں سے ○

یہ آیت کریمہ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اور ان کے ساتھ رویئے کے بارے میں جامع آیت ہے۔ لوگوں کے ساتھ معاملے میں مناسب رویہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ عفو و درگزر، آسان اعمال و اخلاق اور نرمی سے پیش آیا جائے، ان کو کسی ایسی بات کا مکلف نہ کیا جائے جس کو ان کی طبائع قبول نہ کریں بلکہ ہر شخص کی بات اور اچھے یا برے فعل کو قبول کیا جائے، ان کی کوتاہی سے درگزر کیا جائے اور ان کے نقائص سے چشم پوشی کی جائے۔ کسی چھوٹے کے ساتھ اس کے چھوٹا ہونے، کسی ناقص العقل کے ساتھ اس کے نقص اور کسی محتاج کے ساتھ اس کی محتاجی کی بنا پر تکبر سے پیش نہ آیا جائے، بلکہ تمام لوگوں کے ساتھ لطف و کرم کا اور احوال کے تقاضے کے مطابق معاملہ کیا جائے کہ جس سے ان کے سینے کھل جائیں۔

﴿وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ﴾ ''اور حکم کیجیے نیک کام کرنے کا'' یعنی ہر قریب اور بعید شخص کو اچھی بات، اچھے فعل اور کامل اخلاق کا حکم دیجیے۔ آپ جو کچھ لوگوں کو عطا کریں وہ تعلیم علم ہو یا کسی بھلائی کی ترغیب دینا، جیسے صلہ رحمی، یا والدین کے ساتھ حسن سلوک یا لوگوں کے درمیان صلح کروانا یا نفع بخش خیر خواہی یا صائب رائے یا نیکی اور تقویٰ پر معاونت

یا برائی پر زجر و توبیخ یا کسی دینی یا دنیاوی بھلائی کی طرف راہ نمائی۔ چونکہ جاہل کی طرف سے تکلیف اور اذیت کا پہنچنا ایک لابدی امر ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاہل سے اعراض اور درگزر سے کام لیا جائے اور اس کی جہالت کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ پس جو کوئی آپ کو اپنے قول و فعل سے اذیت دیتا ہے آپ اس کو اذیت نہ دیں' جو آپ کو محروم کرتا ہے آپ اس کو محروم نہ کریں' جو آپ سے قطع تعلق کرتا ہے آپ اس سے تعلق جوڑے رکھیں اور جو آپ پر ظلم کرتا ہے آپ اس کے ساتھ انصاف کریں۔

رہی یہ بات کہ بندۂ مومن کو شیاطین جنوں اور انسانوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرنا چاہئے؟ تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (٢٠٠)

اور اگر ابھارے آپ کو شیطان کا کوئی وسوسہ تو پناہ مانگئے اللہ کی' یقیناً وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰۗىِٕفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ

بے شک وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا جب پہنچتا ہے انہیں کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے تو چونک پڑتے ہیں' پھر ناگہاں وہ

مُّبْصِرُوْنَ (٢٠١) وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ (٢٠٢)

سوجھ بوجھ والے ہو جاتے ہیں ○ اور بھائی ان (شیاطین) کے' کھینچتے ہیں وہ انہیں گمراہی میں پھر نہیں وہ کمی کرتے ○

﴿يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ﴾ "ابھارے آپ کو شیطان کی چھیڑ" یعنی کسی وقت اور کسی حال میں بھی اگر آپ شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ' بھلائی کے راستے میں رکاوٹ' برائی کی ترغیب اور اکتاہٹ محسوس کریں ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ "تو اللہ تعالیٰ کی پناہ لیجئے" اور اس کی حفاظت میں آ کر محفوظ ہو جائیے ﴿اِنَّهٗ سَمِيْعٌ﴾ "بے شک وہ سننے والا ہے۔" آپ جو کچھ کہتے ہیں اللہ اسے سنتا ہے۔ ﴿عَلِيْمٌ﴾ "جاننے والا ہے۔" آپ کی نیت' آپ کی کمزوری اور آپ کی پناہ لینے کی قوت کو خوب جانتا ہے' وہ آپ کو اس کے فتنے سے محفوظ رکھے گا اور آپ کو اس کے وسوسوں سے بچائے گا۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○﴾ (الناس: ١١٤/١۔٦) "کہو میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی' لوگوں کے بادشاہ حقیقی کی' لوگوں کے معبود کی' شیطان وسوسہ انداز کی برائی سے' شیطان پیچھے ہٹ جانے والے سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے خواہ وہ شیطان جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے"۔

جب بندے کا غافل ہو جانا اور اس شیطان کا اس کو کچھ نہ کچھ شکار کر لینا لازمی امر ہے' جو ہمیشہ گھات لگائے رہتا اور بندے کی غفلت کا منتظر رہتا ہے' تو اب اللہ تعالیٰ نے گمراہ کرنے والوں سے بچ جانے والوں کی علامت

ذکر کی ہے۔۔۔ اور صاحب تقویٰ جب شیطانی وسوسے کو محسوس کر لیتا ہے اور وہ کسی فعل واجب کو ترک کر کے یا کسی فعل حرام کا ارتکاب کر کے گناہ کر بیٹھتا ہے، تو فوراً اسے تنبیہ ہوتی ہے، وہ غور کرتا ہے کہ شیطان کہاں سے حملہ آور ہوا ہے اور کون سے دروازے سے داخل ہوا ہے۔ وہ ان تمام لوازم ایمان کو یاد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب قرار دیے ہیں تو اسے بصیرت حاصل ہو جاتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے اور جو اس سے کوتاہی واقع ہوئی ہے، توبہ اور نیکیوں کی کثرت کے ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس وہ شیطان کو ذلیل و رسوا کر کے دھتکار دیتا ہے اور شیطان نے اس سے جو کچھ حاصل کیا ہوتا ہے، اس پر پانی پھیر دیتا ہے۔

رہے شیاطین کے بھائی اور ان کے دوست، تو یہ جب کسی گناہ میں پڑ جاتے ہیں تو یہ اپنی گمراہی میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، گناہ پر گناہ کرتے ہیں اور گناہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے، پس شیاطین بھی ان کو بدراہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے کیونکہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت آسانی سے ان کے تابع ہو جاتے ہیں اور برائی کے ارتکاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے، تو وہ ان کی بدراہی کے بہت خواہش مند ہو جاتے ہیں۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَاؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا

اور جب نہیں لاتے آپ ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں، کیوں نہیں خود بنالایا تو؟ کہہ دیجیے! میں تو پیروی کرتا ہوں صرف اس چیز کی

يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى

جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میرے رب کی طرف سے، یہ روشن دلائل ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت

وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ○

یہ جھٹلانے والے آپ کے ساتھ عناد رکھتے ہی رہیں گے خواہ ان کے پاس رشد و ہدایت پر کتنے ہی دلائل کیوں نہ آ جائیں۔ پس جب آپ ان کو کوئی ایسی دلیل دیتے ہیں جو آپ کی صداقت پر دلالت کرتی ہے، تو یہ اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ﴿وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ﴾ ”اور جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے۔“ یعنی جب ان کے حسب خواہش آیات و معجزات نہیں لاتے ﴿قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا﴾ ”تو کہتے ہیں کہ تم نے (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بنالی۔“ یعنی کہتے ہیں کہ تم فلاں آیت اور فلاں معجزہ کیوں نہیں لاتے گویا کہ آیات اور معجزات آپ نازل کرتے ہیں اور تمام مخلوقات کی تدبیر آپ کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اس بات کا علم نہیں کہ آپ تو کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے۔۔۔۔ (یا وہ یوں کہتے ہیں کہ) تم نے ان آیات کو اپنے پاس سے کیوں نہیں گھڑ لیا۔ ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ﴾ ”کہہ دیجیے کہ میں تو اس حکم کی اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔“ پس میں تو اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان بندہ اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ

ہی ہے جو معجزات نازل کرتا ہے وہ اپنی حمد و ثنا اور حکمت بالغہ کے تقاضوں کے مطابق آیات اور معجزات بھیجتا ہے۔

اگر تم ایسی نشانی اور معجزہ چاہتے ہو جو مرور اوقات کے ساتھ کمزور نہ ہو اور ایسی حجت چاہتے ہو جو کسی بھی لمحہ باطل نہ ہو تو ﴿هٰذَا﴾ ”یہ“ قرآن عظیم اور ذکر حکیم ﴿بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ”تمہارے رب کی طرف سے دانائی ہے“ جن کے ذریعے سے الٰہی مطالب اور انسانی مقاصد کو پرکھا جاتا ہے۔ یہ قرآن عظیم دلیل اور مدلول ہے۔ جو کوئی اس میں تدبر کرتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ، حکمت والے اور قابل تعریف کی طرف سے نازل کردہ ہے، باطل جس کے سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے اور یہ قرآن ہر اس شخص کے خلاف حجت ہے جس کے پاس یہ پہنچتا ہے۔ مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

ورنہ جو کوئی اس پر ایمان لاتا ہے ﴿وَهُدًى﴾ ”اور ہدایت ہے“ تو یہ قرآن گمراہی کے اندھیرے میں اس کے لئے ہدایت کا نور ہے ﴿وَرَحْمَةٌ﴾ ”اور رحمت ہے“ اور بدبختیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ پس مومن قرآن سے راہ نمائی حاصل کرتا ہے اور اس کی اتباع کرتا ہے، اپنی دنیا و آخرت میں سعادت مند ہے اور جو کوئی اس پر ایمان نہیں لاتا وہ دنیا و آخرت میں گمراہ اور بد بخت ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

اور جب پڑھا جائے قرآن تو غور سے (کان لگا کر) سنو تم اس کو اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ○

یہ ہر اس شخص کے لیے ایک عام حکم ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت سنتا ہے، وہ اسے غور سے سننے اور خاموش رہنے پر مامور ہے۔ استماع اور انصات کے درمیان فرق یہ ہے کہ (اِنْصَات) ”چپ رہنا“ ظاہر میں بات چیت اور ایسے امور میں مشغولیت کو ترک کرنے کا نام ہے جن کی وجہ سے وہ غور سے سن نہیں سکتا اور (اِسْتِمَاع) ”سننا“ یہ ہے کہ سننے کے لیے پوری توجہ مبذول کی جائے، قلب حاضر ہو اور جو چیز سنے اس میں تدبر کرے۔

کتاب اللہ کی تلاوت کے وقت جو کوئی ان دونوں امور کا التزام کرتا ہے وہ خیر کثیر، بے انتہا علم، دائمی تجدید شدہ ایمان، بہت زیادہ ہدایت اور دین میں بصیرت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے حصول رحمت کو ان دونوں امور پر مترتب قرار دیا ہے اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے سامنے کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے اور وہ اسے غور سے نہ سنے اور خاموش نہ رہے تو رحمت کے بہت بڑے حصے سے محروم ہو جاتا ہے، وہ خیر کثیر حاصل نہیں کر پاتا اور قرآن سننے والے کو سخت تاکید ہے کہ جہری نمازوں میں، جب کہ امام قراءت کرے، وہ توجہ سے سنے اور خاموش رہے، کیونکہ اسے چپ رہنے کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ اکثر اہل علم کی رائے ہے کہ نماز کے اندر امام کی قراءت کے وقت خاموش رہنا سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنے سے اولیٰ ہے۔①

---

① یہ مؤلف کتاب کی اپنی رائے ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، مرحوم کی یہ رائے صحیح نہیں، کیونکہ یہ نصوص صریحہ کے خلاف ←

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

اور یاد کیجئے اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے کہ کم ہو پکار کر بات کرنے سے

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

صبح اور شام کو اور نہ ہوں آپ غافلوں میں سے ○ بے شک وہ (فرشتے) جو آپ کے رب کے پاس ہیں

لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ۩ ﴿۲۰۶﴾ السجدة

نہیں تکبر کرتے وہ اس کی عبادت سے اور تسبیح بیان کرتے ہیں وہ اس کی اور اسی کو وہ سجدہ کرتے ہیں ○

المنزلة ۲ [illegible]
السجدة ۱۵ [illegible]

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر قلب کے ذریعے سے، زبان کے ذریعے سے اور قلب اور زبان دونوں کے ذریعے سے ہوتا ہے اور یہ ذکر اپنی نوع اور احوال کے اعتبار سے کامل ترین ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو اصلاً اور دیگر اہل ایمان کو تبعاً حکم دیا ہے کہ وہ نہایت اخلاص کے ساتھ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ ﴿تَضَرُّعًا﴾ ''عاجزی اور تذلل سے'' ذکر کی مختلف انواع کے تکرار کے ساتھ اپنی زبان سے ذکر کریں ﴿وَّخِیْفَةً﴾ ''اور ڈرتے ہوئے'' اور آپ کی حالت یہ ہونی چاہئے کہ آپ اپنے دل میں، اللہ تعالیٰ سے خائف اور ڈرتے ہوں مبادا کہ آپ کا عمل قبول نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ بندہ خیر خواہی کے ساتھ اپنے عمل کی اصلاح اور تکمیل میں پیہم کوشاں رہتا ہے۔ ﴿وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ ''اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو'' یعنی متوسط رویہ اختیار کیجئے ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا﴾ (بنی إسرائیل: ۱۷/ ۱۱۰) ''اپنی نماز بلند آواز سے پڑھئے نہ بہت آہستہ آواز سے بلکہ درمیان کا راستہ اختیار کیجئے''۔ ﴿بِالْغُدُوِّ﴾ ''دن کے ابتدائی حصے میں'' ﴿وَالْاٰصَالِ﴾ ''اور دن کے آخری حصے میں۔'' ان دونوں اوقات کو دیگر اوقات پر فضیلت حاصل ہے۔ ﴿وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ﴾ ''اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہوں'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ حال کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئے۔ پس وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم رہ گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبودیت میں ہر فلاح و سعادت سے روگردانی کی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر بدبختی اور ناکامی کی طرف متوجہ رہے۔

یہ وہ آدابِ ذکر ہیں جن کی بندے کو رعایت رکھنی چاہئے جیسا کہ رعایت رکھنے کا حق ہے یعنی دن اور رات

> ہے۔ احادیث میں وضاحت موجود ہے کہ امام ہر آیت پر وقف کر کے سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس وقفے میں مقتدی بھی سورۂ فاتحہ پڑھتے جائیں۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس طرح وقفوں اور سکتات میں سورۂ فاتحہ پڑھنے سے استماع اور انصات کی بھی خلاف ورزی نہیں ہوتی اور حدیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے، ہاں! البتہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور پڑھنا جائز نہیں۔ (ص-ی)

کے اوقات میں، خاص طور پر دن کے دونوں کناروں میں، نہایت اخلاص، خشوع وخضوع، عاجزی، تذلل کے ساتھ، پرسکون حالت میں، قلب ولسان کوایک دوسرے سے ہم آہنگ کرتے ہوئے، نہایت ادب ووقار سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور بہت توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر اوراس سے دعا کی جائے۔ غفلت کو دور کرکے حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ غافل اور مشغول دل کے ساتھ کی ہوئی دعا کو قبول نہیں فرماتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو ہمیشہ اس کی عبادت اور خدمت میں مصروف رہتے ہیں ۔۔۔ اور وہ ہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ۔۔۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کثرت عبادت سے کوئی کمی پوری کرنی چاہتا ہے نہ تمہاری عبادت کے ذریعے سے ذلت سے نکل کر معزز ہونا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عبادت کے ذریعے سے تمہیں ہی فائدہ دینا چاہتا ہے تاکہ تم اس کے ہاں اپنے اعمال سے کئی گنا زیادہ نفع حاصل کرسکو۔ بنابریں فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ ’’وہ لوگ جو آپ کے رب کے پاس ہیں‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے، عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے اوراس کے اشراف فرشتے ﴿ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ ﴾ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے‘‘ بلکہ اس کی عبادت کے لیے سرافگندہ اور اپنے رب کے احکام کے سامنے مطیع ہیں ﴿ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ ﴾ ’’اوراس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔‘‘ رات دن اس کی تسبیح میں مگن رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی نہیں کرتے۔ ﴿ وَلَهٗ ﴾ ’’اوراس کے لیے۔‘‘ یعنی اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ﴿ يَسْجُدُوْنَ ﴾ ’’سجدے کرتے ہیں۔‘‘ پس بندوں کو ان ملائکہ کرام کی پیروی کرنی چاہیے اور ہمیشہ اللہ، علم والے بادشاہ حقیقی کی عبادت میں مصروف رہنا چاہیے۔

تفسیر سورۃ الانفال

سُوْرَةُ الْاَنْفَال (۸) مَدَنِيَّةٌ (۸۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۷۵ رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا

سوال کرتے ہیں وہ آپ سے غنیمتوں کے بارے میں، کہہ دیجیے! غنیمتیں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں، پس ڈرو تم اللہ سے اور اصلاح کرو تم

ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

اپنی آپس میں، اور اطاعت کرو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر ہو تم مومن ○ یقیناً (کامل) مومن

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ

تو وہ لوگ ہیں کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا تو ڈر جاتے ہیں دل ان کے اور جب تلاوت کی جاتی ہیں اوپر ان کے اس کی آیتیں تو زیادہ کر دیتی ہیں وہ ان کو

اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

ایمان میں اور اوپر اپنے رب ہی کے وہ توکل کرتے ہیں ○ وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز اور اس سے جو

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۭ ﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

رزق دیا ہم نے ان کو وہ خرچ کرتے ہیں ○ یہی لوگ ہیں مومن سچے ان کے لیے درجے ہیں نزدیک ان کے رب کے

وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ ﴿۴﴾

اور بخشش ہے اور رزق باعزت ○

﴿ الْاَنْفَالِ ﴾ سے مراد غنائم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کفار کے مال میں سے اس امت کو عطا کی ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ کی یہ آیات کریمات غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئیں۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو کفار سے اولین مال غنیمت حاصل ہوا، تو اس کے بارے میں بعض مسلمانوں میں نزاع واقع ہو گیا چنانچہ انہوں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ﴾ ”وہ آپ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں“ ان کو کیسے تقسیم کیا جائے اور انہیں کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ ﴿ قُلِ ﴾ آپ ان سے کہہ دیجیے! ﴿ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ ”غنیمتیں اللہ اور رسول کے لئے ہیں“ وہ جہاں چاہیں گے ان غنائم کو خرچ کریں گے۔ پس تمہیں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں، بلکہ تم پر فرض ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو تم ان کے فیصلے پر راضی رہو اور ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دو اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہے۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ”پس اللہ سے ڈرو“ اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کر کے۔ ﴿ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ﴾ ”اور صلح کرو آپس میں“ یعنی تم آپس کے بغض، قطع تعلقی اور ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے کی، آپس کی مودت، محبت اور میل جول کے ذریعے سے اصلاح کرو۔ اس طرح تم میں اتفاق پیدا ہو گا اور قطع تعلق، مخاصمت اور آپس کے لڑائی جھگڑے کی وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔ آپس کے معاملات کی اصلاح میں حسن اخلاق اور برا سلوک کرنے والوں سے درگزر کا بہت بڑا دخل ہے اس سے دلوں کا بغض اور نفرت دور ہو جاتی ہے اور ان تمام باتوں کی جامع بات یہ ہے ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم مومن ہو“ کیونکہ ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا کرتا ہے جیسے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتا وہ مومن نہیں، جس کی اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ناقص ہے اس کا ایمان بھی اتنا ہی ناقص ہے۔

چونکہ ایمان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایمان کامل، جس پر مدح و ثنا اور کامل فوز و فلاح مترتب ہوتی ہے۔

(۲) ناقص ایمان۔

تو اس کامل ایمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ”مومن تو صرف وہ ہیں“ الف لام استغراق کے لیے ہے جو تمام شرائع ایمان کو شامل ہے ﴿ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ ”کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا، تو ڈر جائیں دل ان کے“ یعنی ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور یہ ڈر خشیت الٰہی اور محارم سے اجتناب کا موجب بنتا ہے، کیونکہ خوف الٰہی گناہوں سے باز آنے کی سب سے بڑی علامت ہے۔

﴿ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ﴾ ”اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو زیادہ کر دیتی ہیں ان کو ایمان میں“ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آیات الٰہی کو حضور قلب کے ساتھ غور سے سنتے ہیں تاکہ وہ ان میں غور و فکر کریں جس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہو کیونکہ تدبر، اعمال قلوب میں شمار ہوتا ہے، نیز ان کے لیے معانی کی بھی توضیح ہوتی ہے جن سے وہ لاعلم ہیں اور ان کو ان امور کی یاددہانی ہوتی ہے جن کو وہ فراموش کر چکے ہیں یا ان کے دلوں میں نیکیوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور اپنے رب کے اکرام و تکریم کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے یا ان کے دل میں عذاب سے خوف اور معاصی سے ڈر پیدا ہوتا ہے اور ان تمام امور سے ایمان بڑھتا ہے۔

﴿ وَّعَلٰی رَبِّهِمْ ﴾ ”اور اپنے رب پر“ یعنی اپنے رب وحدہ لاشریک پر ﴿ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ ”وہ بھروسہ کرتے ہیں“ یعنی اپنے مصالح کے حصول اور دینی اور دنیاوی مضرتوں کو دور کرنے میں اپنے دلوں میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور انہیں پورا وثوق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام ضرور کرے گا۔ توکل ہی انسانوں کو تمام اعمال پر آمادہ کرتا ہے، توکل کے بغیر اعمال وجود میں آتے ہیں نہ تکمیل پا سکتے ہیں۔

﴿ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ﴾ ”جو نماز پڑھتے ہیں۔“ فرض اور نفل نماز کو، اس کے ظاہری اور باطنی اعمال، مثلاً حضور قلب، جو کہ نماز کی روح اور اس کا مغز ہے، کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴾ ”اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں“ یعنی وہ نفقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ، کفارہ، بیویوں، اقارب اور غلاموں پر خرچ کرتے ہیں اور نفقات مستحبہ مثلاً بھلائی کے تمام راستوں میں صدقہ کرتے ہیں۔

﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ یعنی وہ لوگ جو ان صفات سے متصف ہیں ﴿ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ﴾ ”وہی حقیقی مومن ہیں“ کیونکہ انہوں نے اسلام اور ایمان، اعمال باطنہ اور اعمال ظاہرہ، علم اور عمل اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کو جمع کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعمال قلوب کو مقدم رکھا ہے، کیونکہ اعمال قلوب، اعمال جوارح کی بنیاد اور ان سے افضل ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ نیکی کے افعال سے ایمان بڑھتا ہے

اور اس کے متضاد افعال سے ایمان گھٹتا ہے' نیز بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرے اور اس کو نشوونما دے اور یہ مقصد کتاب اللہ میں تدبر اور اس کے معانی میں غور و فکر کرنے سے بدرجہ اولیٰ حاصل ہوتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے حقیقی ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''اور ان کے لیے ان کے رب کے ہاں درجات ہیں۔'' یعنی ان کے اعمال کے مطابق ان کے درجات بلند ہوں گے۔ ﴿وَمَغْفِرَةٌ﴾ اور ان کے گناہوں کی بخشش ﴿وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور عزت کی روزی۔'' یہ وہ روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اکرام و عزت والے گھر میں اہل ایمان کے لیے تیار کر رکھی ہے جو کسی آنکھ نے دیکھی ہے نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی بشر کا طائر خیال وہاں تک پہنچا ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی ایمان میں ان کے درجے تک نہیں پہنچ پاتا' وہ اگرچہ جنت میں داخل ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی کرامت تامہ جو انہیں حاصل ہوئی ہے' اسے حاصل نہیں ہوگی۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
جس طرح کہ نکالا تھا آپ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے ساتھ حق کے' اور بلاشبہ کچھ لوگ مومنوں میں سے
لَكٰرِهُوْنَ ۙ⑤ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ
البتہ ناپسند کرتے تھے ○ وہ جھگڑتے تھے آپ سے حق میں بعد اسکے کہ واضح ہو گیا تھا وہ' گویا کہ ہانکے جا رہے ہیں وہ موت کی طرف'
وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ؕ⑥ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ
اور وہ دیکھ رہے ہیں (اسے) ○ اور جب وعدہ کر رہا تھا تم سے اللہ دو گروہوں میں سے ایک کا کہ یقیناً وہ تمہارے لیے ہے
وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ
اور تم چاہتے تھے کہ جو غیر مسلح (گروہ) ہے وہی ہو تمہارے لیے' اور چاہتا تھا اللہ کہ وہ ثابت کر دکھائے
الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ⑦ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ
حق کو ساتھ اپنے حکموں کے اور کاٹ دے جڑ کافروں کی ○ تاکہ وہ حق کر دکھائے حق کو اور باطل کر دکھائے
الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ⑧
باطل کو' اگرچہ ناپسند کریں (اسے) مجرم لوگ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عظیم اور مبارک غزوہ کے ذکر سے قبل' اہل ایمان کی صفات بیان فرمائی ہیں جن کو انہیں اختیار کرنا چاہئے' کیونکہ جو کوئی ان صفات کو اختیار کرتا ہے' اس کے احوال میں استقامت آجاتی ہے اور اس کے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ پس جیسے ان کا ایمان' سچا اور حقیقی ایمان ہے ان کے لیے جزا بھی حقیقی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے

رسول ﷺ کو بدر کے مقام پر مشرکین کے ساتھ معرکہ آرائی کرنے کے لیے اس حق کے ساتھ باہر نکالا، جس حق کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس معرکے کو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا تھا اگرچہ گھر سے نکلنا اور اپنے دشمن کے خلاف لڑنا کبھی ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آیا تھا۔

جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ معرکہ ہو کر رہے گا تو مومنوں میں سے ایک گروہ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جھگڑنا شروع کر دیا، وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کو ناپسند کرتے تھے، گویا کہ ان کو، ان کے دیکھتے ہوئے، موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ رویہ ان کو زیب نہیں دیتا تھا خاص طور پر جب ان پر واضح ہوگیا تھا کہ ان کا گھر سے نکلنا حق پر مبنی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور وہ اس پر راضی ہے۔ اس صورت حال میں یہ بحث کرنے کا مقام نہیں تھا بحث کرنے کا محل و مقام وہ ہوتا ہے جہاں حق میں اشتباہ اور معاملے میں التباس ہو، وہاں بحث کرنا مفید ہوتا ہے، لیکن جب حق واضح اور ظاہر ہو جائے تو اس کی اطاعت اور اس کے سامنے سرافگندہ ہونے کے سوا کوئی اور صورت نہیں رہتی۔ یہ تو تھی ان لوگوں کی بات، مگر اکثر اہل ایمان نے اس بارے میں کسی قسم کی بحث نہیں کی اور نہ انہوں نے دشمن کا مقابلہ کرنے کو ناپسند کیا۔ اس طرح وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا تھا انہوں نے جہاد کے لیے سر تسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی عطا فرمائی اور ان کو وہ اسباب مہیا فرمائے جن سے ان کے دل مطمئن ہوگئے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض اسباب کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا۔

ان کا مدینہ منورہ سے باہر نکلنے کا اصل مقصد تو اس تجارتی قافلے کا راستہ روکنا تھا جو ابوسفیان کی قیادت میں قریش کا سامان تجارت لے کر شام گیا تھا، یہ ایک بہت بڑا قافلہ تھا۔ جب مسلمانوں کو قریش کے قافلے کی واپسی کی اطلاع ملی تو رسول اللہ ﷺ نے اس قافلے کو روکنے کے لیے مسلمانوں کو اکٹھا کیا چنانچہ آپ کے ساتھ تین سو سے کچھ زائد مسلمان مدینہ منورہ سے نکلے۔ ستر اونٹوں کے ساتھ، جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اور ان پر انہوں نے اپنا سامان لادا ہوا تھا۔ قریش کو بھی مسلمانوں کے باہر نکلنے کی خبر پہنچ گئی، وہ اپنے تجارتی قافلے کو بچانے کے لیے کثیر تعداد میں جنگی ساز و سامان کی پوری تیاری، گھوڑ سواروں اور پیادوں کے ساتھ مکہ سے نکلے۔ ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان دونوں گروہوں، یعنی قافلہ یا فوج، میں سے ایک کے مقابلے میں ان کو فتح سے نوازے گا۔ مسلمانوں نے اپنی تنگ دستی کی وجہ سے قافلے کے ملنے کو پسند کیا، نیز قافلہ والوں کے پاس طاقت بھی زیادہ نہیں تھی مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے لیے اس امر کو پسند کیا جو اس سے اعلیٰ و افضل تھا جسے مسلمان پسند کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ کفار کی فوج کے مقابلے میں ظفریاب ہوں جس کے اندر کفار کے بڑے بڑے سردار اور بہادر شہسوار لڑنے کے لیے آئے تھے۔

﴿ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ﴾ ”اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے حق کو اپنے کلمات سے“ پس اس

طرح وہ اہل حق کی مدد فرماتا ہے ﴿ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ”اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی“ یعنی وہ اہل باطل کا استیصال کرتا ہے اور اپنے بندوں کو نصرت حق کا ایسا معاملہ دکھاتا ہے کہ جس کے بارے میں کبھی ان کے دل میں خیال بھی نہیں گزرا ہوتا ﴿ لِيُحِقَّ الْحَقَّ ﴾ ”تاکہ حق کو ثابت کر دے۔“ حق کی صحت اور صداقت کے شواہد اور براہین کو ظاہر کر کے۔ ﴿ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ ﴾ ”اور باطل کو باطل کر دے۔“ اس کے بطلان پر دلائل اور شواہد قائم کر کے۔ ﴿ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ ”خواہ مجرموں کو یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ ہو“ پس اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پروا نہیں۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

جب فریاد کر رہے تھے تم اپنے رب سے پس قبول کر لی اس نے (فریاد) تمہاری کہ بیشک میں امداد کروں گا تمہاری ساتھ ایک ہزار فرشتوں کے

مُرْدِفِيْنَ ⑨ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ج

ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ○ اور نہیں بنایا اس (مدد) کو اللہ نے مگر خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ⑩ ع اِذْ يُغَشِّيْكُمُ

ع ۱۰ ۱ ۱۵

اور نہیں ہے نصرت مگر اللہ ہی کے پاس سے بلاشبہ اللہ غالب ہے خوب حکمت والا ○ (یاد کرو) جب طاری کر رہا تھا (اللہ) تم پر

النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ

اونگھ امن دینے کے لیے اپنی طرف سے اور نازل فرما رہا تھا تم پر آسمان سے پانی (بارش) تاکہ وہ پاک کر دے تمہیں اسکے ساتھ

وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ

اور لے جائے تم سے نجاست شیطان کی اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور تاکہ ثابت رکھے اس کی وجہ سے

الْاَقْدَامَ ⑪ ط اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ

قدموں کو ○ (یاد کرو) جب وحی کر رہا تھا آپکا رب طرف فرشتوں کی کہ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں پس ثابت (قدم) رکھو تم انکو

اٰمَنُوْا ط سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ

جو ایمان لائے عنقریب ڈالوں گا میں دلوں میں ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا رعب۔ پس مارو تم اوپر

الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ⑫ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ

(ان کی) گردنوں کے اور ضرب لگاؤ ان کی (ہر) ہر پور پر ○ یہ اس لیے کہ بلاشبہ انہوں نے مخالفت کی اللہ

وَرَسُوْلَهٗ ج وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑬

اور اس کے رسول کی اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو یقیناً اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ⑭

یہ (سزا) پس چکھو تم اس کو اور بے شک کافروں کے لیے عذاب ہے آگ کا ○

یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب اس نے دشمنوں کے ساتھ تمہاری مڈبھیڑ کو یقینی اور قریب کر دیا، تو تم نے اپنے رب کو مدد کے لیے پکارا اور اس سے اعانت اور نصرت کے طلب گار ہوئے۔ ﴿فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ ”پس اس نے تمہاری پکار کا جواب دیا“ اور متعدد امور کے ساتھ تمہاری مدد فرمائی، مثلاً اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کے لیے فرشتوں کو بھیجا۔ ﴿بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ ”ہزار فرشتے لگا تار آنے والے“ یعنی وہ پے در پے ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے۔ ﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ﴾ ”اور نہیں بنایا اس کو اللہ نے“ یعنی فرشتوں کے نازل کرنے کو ﴿اِلَّا بُشْرٰى﴾ ”مگر خوش خبری“ تا کہ اس سے تمہارے دل خوشی حاصل کریں۔ ﴿وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ﴾ ”اور تمہارے دل مطمئن ہوں“ ورنہ فتح و نصرت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، فتح کثرت تعداد اور ساز و سامان سے حاصل نہیں ہوتی۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ﴾ ”بے شک اللہ غالب ہے۔“ کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا بلکہ وہی غالب ہے وہ جن لوگوں سے علیحدہ ہو کر ان کی مدد چھوڑ دیتا ہے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ اور آلات حرب خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں (غلبہ حاصل نہیں کر سکتے) ﴿حَكِيْمٌ﴾ ”حکمت والا ہے۔“ کیونکہ اس نے تمام امور کو ان کے اسباب کے ساتھ مقدر کیا ہے اور اس نے ہر چیز کو اس مقام پر رکھا ہے جو اس کے لیے مناسب ہے۔

اس کی فتح و نصرت اور تمہاری دعا کی قبولیت یہ ہے کہ اس نے تم پر اونگھ نازل کر دی ﴿اِذْ يُغَشِّيْكُمُ﴾ ”جو تمہیں ڈھانپ رہی تھی۔“ یعنی تمہارے دل میں جو ڈر اور خوف تھا اسے دور کر رہی تھی۔ ﴿اَمَنَةً﴾ تمہارے لیے سکون کا باعث، فتح و نصرت اور اطمینان کی علامت تھی۔ اور اس کی نصرت ہی کی ایک صورت یہ تھی کہ اس نے تم پر آسمان سے بارش نازل کی، تا کہ تم سے ناپاکی اور گندگی دور کر کے تمہیں پاک کرے اور شیطانی وسوسوں اور اس کی نجاست سے تمہاری تطہیر کرے۔ ﴿وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ﴾ ”اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے۔“ یعنی دلوں کو مضبوطی اور ثبات بخشے کیونکہ دل کی مضبوطی بدن کی مضبوطی ہے۔ ﴿وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ﴾ ”اور جما دے اس کے ذریعے سے تمہارے قدم“ کیونکہ زمین ہموار اور نرم تھی جب اس پر بارش نازل ہوئی تو سخت اور ٹھوس ہو گئی اور قدم مضبوطی سے جمنے لگے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی کہ اس نے فرشتوں کی طرف وحی بھیجی۔ ﴿اَنِّيْ مَعَكُمْ﴾ ”کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ یعنی میری مدد، نصرت اور تائید تمہارے ساتھ ہے۔ ﴿فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”پس ثابت رکھو تم دل ایمان والوں کے“ یعنی دشمن کے مقابلے میں ان کے دلوں کو مضبوط کرو اور ان کے دلوں کو جرأت سے لبریز کر دو اور انہیں جہاد کی ترغیب دو ﴿سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ﴾ ”میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں دہشت“ جو کافروں کے مقابلے میں تمہارا سب سے بڑا لشکر ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے اور کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے تو کفار ثابت قدم نہیں رہ سکتے اور اللہ تعالیٰ ان کی گردنیں اہل ایمان کے

قبضے میں دے دیتا ہے۔ ﴿فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ﴾ ”پس تم انکی گردنیں مارو“ ﴿وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ ”اور کاٹو ان کی پور پور“ یعنی ان کے جوڑ جوڑ پر ضرب لگاؤ۔۔۔ یہ خطاب یا تو ان فرشتوں سے ہے جن کی طرف وحی کی گئی تھی کہ وہ اہل ایمان کے دل مضبوط کریں، تب یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتے قتال میں شریک ہوئے۔۔۔ یا یہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا حوصلہ بڑھاتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کہ وہ مشرکین کو کیسے قتل کریں اور یہ کہ وہ ان پر رحم نہ کریں۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ”یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔“ یعنی یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کی اور ان کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا۔ ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ”اور جو مخالف ہوا اللہ اور اس کے رسول کا، تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے“ اور یہ بھی اس کا عذاب ہی ہے کہ اس نے اپنے اولیاء کو اپنے اعداء پر مسلط کیا اور ان کے ہاتھوں قتل کروایا۔ ﴿ذٰلِكُمْ﴾ یہ عذاب مذکور ﴿فَذُوْقُوْهُ﴾ ”پس چکھو تم اس کو“ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والو! (اس دنیا کے) فوری عذاب کا مزا چکھ لو ﴿وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ﴾ ”اور کافروں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔“

اس قصہ میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانیاں ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں، وہ حق ہے۔

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ ایک وعدہ کیا اور یہ وعدہ پورا کر دیا۔

(۲) اس میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ﴾ (آل عمران: ۱۳/۳) ”تمہارے لئے ان دو گروہوں میں (جنگ بدر میں) جن کی مڈبھیڑ ہوئی ایک نشانی تھی ایک گروہ وہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا، وہ اپنی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا مشاہدہ کر رہے تھے“۔

(۳) جب اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ کو مدد کے لیے پکارا تو اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کے ذریعے سے ان کی دعا قبول فرمائی جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومن بندوں کے حال اور ان اسباب کے مقدر کرنے کے ساتھ بڑا اعتناء پایا جاتا ہے جن کے ذریعے سے اہل ایمان کے ایمان مضبوط اور ان میں ثابت قدمی پیدا ہوا اور ان سے تمام ناپسندیدہ امور اور شیطانی وسوسے دور ہوں۔

(۴) یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر لطف و کرم ہے کہ وہ داخلی اور خارجی اسباب کے ذریعے سے اس کے لئے اطاعت کے راستوں کو آسان اور سہل کر دیتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب ملو تم ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، اکٹھے ہو کر، تو نہ پھیرو ان سے (اپنی)

الْاَدْبَارَ ⑮ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ

پیٹھیں ○ اور جو شخص پھیرے گا ان سے اس دن اپنی پیٹھ سوائے اس شخص کے جو پینترا بدلنے والا ہو لڑائی کے لیے

اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ

یا پناہ پکڑنے والا ہو طرف (اپنی) کسی جماعت کی، تو یقیناً لوٹا وہ شخص ساتھ غضب کے اللہ کے، اور اس کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑯

جہنم ہے، اور بری ہے وہ جگہ پھرنے کی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اہل ایمان بندوں کو شجاعت ایمانی، اللہ کے معاملے میں قوت اور دلوں اور جسموں کو مضبوط کرنے والے اسباب فراہم کرنے کا حکم دیا ہے اور جب دونوں فوجوں کے درمیان معرکہ ہو تو میدان جنگ سے فرار ہونے سے منع کیا ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا﴾ ”اے ایمان والو! جب بھڑو تم کافروں سے میدان جنگ میں“ یعنی جب لڑائی کے لیے صف بندی ہو چکی ہو، فوجیں ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہی ہوں اور جنگجو ایک دوسرے کے قریب آ چکے ہوں، ﴿فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ﴾ ”تو پھر کفار کے سامنے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو“ بلکہ ان سے لڑنے کے لیے ثابت قدمی سے ڈٹ جاؤ اور ان کی قوت اور حملے کا صبر سے مقابلہ کرو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت، اہل ایمان کے دلوں کی مضبوطی اور دشمنوں کو خوف زدہ کرنے کا باعث ہو گی۔

﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ﴾ ”اور جو کوئی پیٹھ پھیرے ان سے اس دن، مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں، تو پھر اوہ“ یعنی وہ لوٹا ﴿بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ﴾ ”اللہ کا غضب لے کر اور اس کا ٹھکانا“ ﴿جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ”جہنم ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے“ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی عذر کے بغیر، میدان جنگ سے فرار ہونا سب سے بڑا گناہ ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے اور جیسا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرار ہونے والے کے لیے سخت وعید سنائی ہے۔

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جنگی چال کے طور پر میدان جنگ سے ہٹنے میں، یعنی میدان جنگ میں ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر لڑنا تا کہ اس جنگی چال میں دشمن کو زک پہنچا سکے، کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ میدان جنگ

سے منہ موڑ کر نہیں بھاگا بلکہ اس نے دشمن پر غالب آنے کے لیے ایسا کیا ہے' یا اس نے کسی پہلو سے دشمن پر حملہ کرنے کے لیے' یا دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے یہ چال چلی ہے' یا دیگر جنگی مقاصد کے لیے ایسا کیا ہے۔ اسی طرح کفار کے خلاف کمک کے طور پر ایک جماعت سے علیحدہ ہو کر دوسری جماعت میں جا کر ملنا بھی جائز ہے۔

اگر لشکر کا وہ گروہ جس کے ساتھ یہ گروہ جا کر ملا ہے' میدان جنگ میں موجود ہے تو ایسا کرنے کا جواز بالکل واضح ہے اور اگر وہ گروہ مقام معرکہ کی بجائے کسی اور مقام پر ہے' مثلاً مسلمانوں کا کفار کے مقابلے سے کسی ایک شہر سے پسپا ہو کر مسلمانوں کے کسی دوسرے شہر میں پناہ لینا یا ایک میدان جنگ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ دشمن پر حملہ آور ہونا' تو اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے جو آراء منقول ہوئی ہیں وہ اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ شاید پسپائی اس شرط سے مشروط ہے کہ مسلمان سمجھتے ہوں کہ پسپائی انجام کار ان کے لیے بہتر اور دشمن کے مقابلے میں زیادہ مفید ہو اور اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ میدان جنگ میں جمے رہنے سے کفار پر ان کو غلبہ حاصل ہو جائے گا تو اس صورت حال میں یہ بعید ہے کہ پسپائی کا جواز ہو' کیونکہ تب میدان جنگ سے فرار ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے جس سے روکا گیا ہے۔ یہ آیت کریمہ مطلق ہے۔ (یعنی فرار کی ہر صورت ممنوع ہے) البتہ سورت کے آخر میں اس کو تعداد کے ساتھ مشروط کرنے کا بیان ہے۔ (دیکھئے آیت نمبر ۶۶ کی تفسیر)

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ

پس نہیں قتل کیا تم نے انہیں لیکن اللہ ہی نے قتل کیا ہے انہیں' اور نہیں پھینکی تھی آپ نے (مٹھی بھر خاک) جبکہ پھینکی تھی آپ نے' لیکن

اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ⑰

اللہ ہی نے پھینکی تھی وہ' اور تاکہ نوازے وہ مومنوں کو اپنی طرف سے اچھے انعام سے' یقیناً اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے ○

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ⑱ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ

یہ تھی (حکمت) اور بے شک اللہ کمزور کرنے والا ہے تدبیر کافروں کی ○ اگر طلب کرتے ہو تم فیصلہ تو تحقیق آ گیا ہے تمہارے پاس

الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ

فیصلہ اور اگر باز آ جاؤ تم تو وہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے' اور اگر تم پھر ایسا کرو گے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے اور ہرگز نہیں فائدہ دے گی

عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْــًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑲ ع ۲/۱۶

تمہیں تمہاری جماعت کچھ اگرچہ وہ کثیر ہی ہو' اور یقیناً اللہ ساتھ ہے مومنوں کے ○

جب غزوۂ بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے ان کو قتل کیا' تو اس ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ﴾ "تم نے ان کو قتل نہیں کیا" یعنی تم نے اپنی قوت سے ان کو قتل نہیں کیا ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ﴾ "لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا" کیونکہ ان کے قتل پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی تھی' جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزرا۔

﴿ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ﴾ ’’اور آپ نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی‘ لیکن اللہ نے پھینکی‘‘۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب معرکہ شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ ایک خیمہ میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے قسمیں دے دے کر فتح و نصرت کے لیے دعائیں کرنے لگے‘ پھر خیمے سے باہر تشریف لائے‘ آپ ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور اللہ تعالیٰ نے یہ خاک ان کے چہروں تک پہنچا دی‘ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے چہرے‘ منہ اور آنکھوں میں یہ خاک نہ پڑی ہو۔ پس اس وقت ان کی طاقت ٹوٹ گئی‘ ان کے ہاتھ شل ہو گئے‘ ان کے اندر کمزوری اور بزدلی ظاہر ہوئی پس وہ شکست کھا گئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ’’جب آپ نے کفار کی طرف خاک کی مٹھی پھینکی تو آپ نے اپنی قوت سے یہ خاک ان کے چہروں تک نہیں پہنچائی تھی‘ بلکہ ہم نے اپنی قوت اور قدرت سے یہ خاک ان کے چہروں تک پہنچائی‘‘۔

﴿ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ﴾ ’’اور تاکہ اللہ آزمائے مومنوں کو اپنی طرف سے خوب آزمانا‘‘ یعنی براہ راست لڑائی کے بغیر اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلے میں اہل ایمان کی مدد کرنے پر قادر ہے مگر اللہ تعالیٰ مومنوں کا امتحان لینا اور جہاد کے ذریعے سے انہیں بلند ترین درجات اور اعلیٰ ترین مقامات پر فائز کرنا‘ نیز انہیں اجر حسن اور ثواب جزیل عطا کرنا چاہتا ہے۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ’’بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔‘‘ بندہ جو بات چھپا کر کرتا ہے یا اعلانیہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے خوب سنتا ہے۔ بندے کے دل میں جو اچھی یا بری نیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم و حکمت اور بندوں کے مصالح کے مطابق ان کی تقدیر مقرر کرتا ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق جزا دیتا ہے۔ ﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ یہ فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ’’اور بلاشبہ اللہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کر دینے والا ہے۔‘‘ یعنی کفار اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو مکر و فریب اور سازشیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی چالوں کو کمزور کرتا ہے اور انہی کو ان کی چالوں میں پھنسا دیتا ہے۔ ﴿ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا ﴾ ’’اور اگر تم چاہتے ہو فیصلہ‘‘ اے مشرکو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کرتے ہو کہ وہ ظلم و تعدی کا ارتکاب کرنے والوں پر اپنا عذاب نازل کر دے۔ ﴿ فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ﴾ ’’تو تحقیق آ چکا تمہارے پاس فیصلہ‘‘ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا عذاب نازل کیا جو تمہارے لئے سزا اور متقین کے لیے عبرت ہے ﴿ وَاِنْ تَنْتَهُوْا ﴾ ’’اور اگر تم باز آ جاؤ‘‘ یعنی اگر تم فیصلہ چاہنے سے باز آ جاؤ۔ ﴿ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ’’تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے‘‘ کیونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ تمہیں مہلت دیتا ہے اور تمہیں فوراً سزا نہیں دیتا۔

﴿ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ﴾ ’’اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ بھی کام نہ آئے گی۔‘‘ یعنی وہ انصار و اعوان تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے جن کے بھروسے پر تم جنگ کر رہے ہو‘ چاہے وہ کتنے ہی زیادہ ہوں۔ ﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ’’اور اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے‘‘ اور اللہ تعالیٰ جن کے ساتھ

ہوتا ہے وہی فتح و نصرت سے نوازے جاتے ہیں خواہ وہ کمزور اور تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ معیت، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے اہل ایمان کی تائید فرماتا ہے، ان کے اعمال ایمان کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر بعض اوقات دشمنوں کو اہل ایمان پر فتح حاصل ہوتی ہے تو یہ اہل ایمان کی کوتاہی، واجبات ایمان اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ورنہ اگر وہ ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کریں تو ان کا پرچم کبھی سرنگوں نہ ہو اور دشمن کو کبھی ان پر غالب آنے کا موقع نہ ملے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ منہ پھیرو تم اس سے جب کہ تم

تَسْمَعُوْنَ ⑳ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ㉑

سن رہے ہو ○ اور نہ ہو تم مانند ان لوگوں کی جنہوں نے کہا تھا سن لیا ہم نے حالانکہ وہ نہیں سنتے تھے ○

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہ اہل ایمان کے ساتھ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں جن سے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی" یعنی ان کے اوامر کی پیروی اور ان کے نواہی سے اجتناب کر کے ﴿وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾ "اور اس سے روگردانی نہ کرو" یعنی اس معاملے سے منہ نہ موڑو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ ﴿وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾ "اور تم سنتے ہو" حالانکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے اوامر، اس کی وصیتوں اور اس کی نصیحتوں کی جو تلاوت کی جاتی ہے، تم اسے سنتے ہو۔ اس حال میں تمہارا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑنا بدترین حال ہے۔

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ "اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں" یعنی مجرد خالی خولی دعووں پر اکتفا نہ کرو جن کی کوئی حقیقت نہیں، کیونکہ یہ ایسی حالت ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی نہیں۔ ایمان محض تمناؤں اور دعووں سے مزین ہونے کا نام نہیں ہے، بلکہ ایمان وہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو اور اعمال اس کی تصدیق کریں۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ㉒ وَلَوْ عَلِمَ

بے شک بدترین، زمین پر چلنے والے اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں جو نہیں عقل رکھتے ○ اور اگر جانتا

اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ㉓

اللہ ان میں کوئی بھلائی تو البتہ سنوا دیتا وہ انہیں، اور اگر سنواتا وہ انہیں تو ضرور منہ پھیر لیتے وہ، اور وہ اعراض کرنیوالے ہوتے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ "سب جان داروں سے بدتر اللہ کے ہاں" جن کو معجزات

اور ڈرانے والے کوئی فائدہ نہیں دیتے' وہ ہیں جو ﴿الصُّمُّ﴾ حق سننے سے بہرے ہیں۔ ﴿الْبُكْمُ﴾ حق بولنے سے گونگے ہیں ﴿الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ وہ کسی ایسی چیز کو سمجھ نہیں سکتے جو ان کو فائدہ دیتی ہے اور نہ اسے اس چیز پر ترجیح دے سکتے ہیں جو انہیں نقصان دیتی ہے۔

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین چوپاؤں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کان' آنکھ اور عقل سے نوازا تاکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے راستے میں استعمال کریں' مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی راہ میں استعمال کیا اور اس وجہ سے وہ خیر کثیر سے محروم ہوگئے۔ ان کو چاہئے تھا کہ وہ بہترین مخلوق بننے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے اس راستے پر چلنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے بدترین مخلوق بننا پسند کیا۔

وہ سماعت' جس کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نفی کی ہے' وہ ہے دل میں اثر کرنے والے معانی کی سماعت۔۔۔ رہی سماعت حجت تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جو آیات سنی ہیں اس کی وجہ سے ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سماع نافع سے محروم کر دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں جس کی وجہ سے ان میں اللہ تعالیٰ کی آیات کو سننے کی صلاحیت ہوتی۔

﴿وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ﴾ ''اور اگر اب وہ ان کو سنا دے'' یعنی اگر یہ فرض کر لیا جائے ﴿لَتَوَلَّوْا﴾ ''تو وہ ضرور پھر جائیں'' یعنی اللہ کی اطاعت سے ﴿وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور وہ اعراض کرنے والے ہیں'' یعنی وہ کسی طور بھی حق کی طرف التفات نہیں کریں گے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ صرف اس شخص کو ایمان اور بھلائی سے محروم کرتا ہے جس میں کوئی صلاحیت نہیں ہوتی اور نہ بھلائی اس کے پاس پھلتی پھولتی ہے۔ اس بارے میں وہ نہایت قابل تعریف اور دانائی کا مالک ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! کہنا مانو تم اللہ کا اور اسکے رسول کا جب بلائے وہ تمہیں طرف اس (امر) کی جو زندگی بخشتا ہے تمہیں'

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا

اور جان لو تم کہ یقیناً اللہ حائل ہو جاتا ہے درمیان بندے اور اسکے دل کے' اور بلاشبہ اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے تم ○ اور ڈرو

فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا

اس فتنے سے جو نہیں پہنچے گا (صرف) انہی لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے خاص طور پر اور جان لو تم!

اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو ان امور کا حکم دیتا ہے جو ان کے ایمان کا تقاضا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول کی آواز پر لبیک کہنا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرنا، اس کی تعمیل کے لیے سبقت کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور انہوں نے جس چیز سے روکا ہے اس سے باز رہنا اور اس سے اجتناب کرنا۔ ﴿اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾ ‘‘جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے’’ یہ ہر اس امر کا وصف لازم ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ دعوت دیتے ہیں اور نیز یہ اس کے حکم کے فائدے اور حکمت کو بیان کرتا ہے، کیونکہ قلب و روح کی زندگی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی عبودیت، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائمی التزام پر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک نہ کہنے پر ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ ‘‘اور جان لو کہ اللہ آڑ بن جاتا ہے آدمی اور اس کے دل کے درمیان’’ اس لئے جب اللہ تعالیٰ کا حکم پہلی بار تمہارے پاس آئے، تو اس کو ٹھکرانے سے بچو کیونکہ پھر اگر اس کے بعد اس کا ارادہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور تمہارے درمیان حائل ہو جائے گا اور تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ جیسے چاہتا ہے اسے اول بدل کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ پس بندے کو بہت کثرت سے یہ دعا کرتے رہنا چاہیے (يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ ①، اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قَلْبِيْ عَلٰى طَاعَتِكَ ②) فرمایا: ﴿وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ‘‘اور یہ کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے۔’’ یعنی تم سب اس دن اکٹھے کئے جاؤ گے جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں وہ نیکوکاروں کو ان کی نیکی کی جزا اور بدکاروں کو ان کی بدی کی سزا دے گا۔

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ ‘‘اور اس فتنے سے بچو، جو تم میں سے خاص ظالموں پر ہی نہیں آئے گا’’ بلکہ یہ فتنہ ظلم کرنے والوں اور دیگر لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب ظلم غالب آ جائے اور اس کو بدلا نہ جائے تو اس کی سزا ظلم کرنے والوں اور دوسرے لوگوں، سب کے لئے عام ہوتی ہے۔ اس لئے برائیوں سے منع کر کے، اہل شر کا قلع قمع کر کے کہ وہ ظلم اور معاصی کا ارتکاب نہ کر سکیں، اس فتنہ سے بچا جائے ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ‘‘اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔’’ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لیتا ہے اور اس کی رضا کو ترک کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دیتا ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ

اور یاد کرو جب تم (بہت) تھوڑے تھے، کمزور سمجھے جاتے تھے زمین میں، خوف کھاتے تھے تم اس بات سے کہ

يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ

(کہیں) اچک (نہ) لے جائیں تمہیں لوگ، پس جگہ دی اللہ نے تمہیں اور تمہاری تائید کی ساتھ اپنی نصرت کے، اور رزق دیا تمہیں

---

① المسند: ۱۱۲/۳ ......

② صحیح مسلم، القدر، ح: ۲۶۵٤

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۲۶)

پاکیزہ چیزوں سے تاکہ تم شکر گزار رہو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے احسان کا تذکرہ کرتا ہے کہ وہ کمزور اور مغلوب تھے' اس نے ان کو اپنی نصرت سے نوازا' وہ قلیل تھے اس نے ان کو کثرت عطا کی اور وہ تنگ دست تھے' اس نے ان کو فراخی عطا کی۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ "اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے' کمزور تھے زمین میں" یعنی تم غیروں کی حکومت میں محکوم و مجبور تھے ﴿تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ﴾ "تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لیں" ﴿فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ "تو اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت دی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔" اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک شہر عطا کیا جہاں تم نے پناہ لی' اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں تمہارے دشمنوں کو شکست دی' تم نے ان سے مال غنیمت حاصل کیا جس کے ذریعے سے تم مال دار ہو گئے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "تاکہ تم شکر کرو" یعنی شاید کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور کامل احسان پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اور اس کے ساتھ شرک سے اجتناب کر کے اس کا شکر ادا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت خیانت کرو تم اللہ اور اسکے رسول سے' اور (نہ) خیانت کرو تم اپنی آپس کی امانتوں میں جب کہ تم

تَعْلَمُوْنَ (۲۷) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ

جانتے ہو ○ اور جان لو! یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں' اور بلاشبہ

اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۲۸) ع

۴ ع ۹ ۱۷

اللہ اس کے ہاں اجر عظیم ہے ○

اللہ تعالیٰ اپنے اہل ایمان بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس نے اوامر و نواہی کی جو امانت ان کے سپرد کی ہے' وہ اسے ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ امانت آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو وہ ڈر گئے اور انہوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا' کیونکہ وہ نہایت ظالم اور نادان ہے۔

پس جو کوئی امانت ادا کرتا ہے وہ بے پایاں ثواب کا مستحق بن جاتا ہے اور جو کوئی یہ امانت ادا نہیں کرتا تو سخت عذاب اس کے حصے میں آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ' اس کے رسول (ﷺ) اور اپنی امانت میں خیانت کا مرتکب قرار پاتا ہے' وہ اپنے آپ کو خیانت جیسی خسیس ترین صفات اور بدترین علامات سے متصف کر کے اپنے نفس کو نقصان میں ڈالتا ہے اور امانت جیسی بہترین اور کامل ترین صفات سے محروم ہو جاتا ہے۔

چونکہ بندے کو اس کے مال اور اولاد کے ذریعے سے امتحان میں مبتلا کیا گیا ہے اس لئے بسا اوقات مال اور

اولاد کی محبت میں بندہ خواہشات نفس کو امانت کی ادائیگی پر ترجیح دیتا ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ مال اور اولاد ایک آزمائش ہے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں بندے کو عاریتاً عطا کی گئی ہیں جو عنقریب اس ہستی کو واپس لوٹا ناہوں گی جس نے یہ چیزیں عاریتاً عطا کی تھیں۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' پس اگر تم میں کوئی عقل اور رائے ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل عظیم کو چھوٹی سی فانی اور ختم ہو جانے والی لذت پر ترجیح نہ دو۔ عقل مند شخص تمام اشیاء کے درمیان موازنہ کرتا ہے اور بہترین چیز کو ترجیح دیتا ہے اور تقدیم کی مستحق چیز کو مقدم رکھتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر ڈرو تم اللہ سے تو وہ بنا دے گا تمہارے لیے کسوٹی (دلیل حق) اور مٹا دے گا تم سے
سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾
تمہاری برائیاں اور بخش دے گا تمہیں، اور اللہ مالک ہے فضل عظیم کا ○

بندے کا اپنے رب سے تقویٰ اختیار کرنا سعادت کا عنوان اور فلاح کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی بہت سی بھلائیوں کا دارومدار تقویٰ پر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے کہ جو کوئی اس سے ڈرتا ہے اسے چار چیزیں عطا ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر چیز دنیا و مافیہا سے کہیں بہتر ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ صاحب تقویٰ مومن کو ''فرقان'' عطا کرتا ہے۔ فرقان سے مراد علم و ہدایت ہے جس کے ذریعے سے وہ ہدایت اور گمراہی، حق اور باطل، حلال اور حرام، خوش بخت اور بدبخت لوگوں کے درمیان امتیاز کرتا ہے۔

(۲، ۳) برائیوں کو مٹانا اور گناہوں کو بخش دینا۔ اطلاق اور اجتماع کے وقت یہ دونوں امور ایک دوسرے میں داخل ہیں۔ (السَّيِّئات) برائیوں کے مٹانے کی تفسیر گناہ صغیرہ سے اور (الذُّنُوب) گناہوں کو بخش دینے کی تفسیر کبیرہ گناہوں کو مٹا دینے سے کی جاتی ہے۔

(۴) وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اپنی خواہش نفس پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتا ہے، اس کے لئے بہت بڑا اجر اور بے پایاں ثواب ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے۔''

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ
اور یاد کیجئے! جب تدبیر کر رہے تھے آپ کی بابت وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تا کہ وہ قید کر دیں آپ کو یا قتل کر دیں آپ کو یا نکال دیں آپ کو
وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾
اور تدبیریں کر رہے تھے وہ اور تدبیر کر رہا تھا اللہ بھی، اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے ○

یعنی اے رسول ﷺ! اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کیجیے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے ﴿ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ﴾ ”جب سازش کرتے تھے کافر آپ کے بارے میں“ جب مشرکین مکہ نے ”دارالندوہ“ میں مشورہ کیا کہ رسول ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

(۱) آپ کو بیڑیاں پہنا کر محبوس کر دیا جائے۔

(۲) آپ کو قتل کر دیا جائے تا کہ۔۔۔ بزعم خود۔۔۔ ہمیشہ کے لیے آپ سے نجات حاصل کر لیں۔

(۳) آپ کو مکہ سے نکال باہر کر کے ملک بدر کر دیا جائے۔

ہر شخص نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ آخر کار تمام لوگوں نے اس مجلس میں شریک شریر ترین آدمی، ابو جہل (لَعَنَہُ اللّٰہُ) کی رائے سے اتفاق کیا کہ قریش کے تمام قبائل سے ایک ایک آدمی لے کر اسے تیز تلوار دی جائے اور تمام لوگ بیک وقت حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیں تا کہ تمام قبائل آپ کے قتل کے ذمہ دار ٹھہریں۔ اس صورت میں بنو ہاشم آپ کی دیت قبول کرنے پر راضی ہو جائیں گے اور قصاص لینے کے لیے قریش کے تمام قبائل کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ رات کے وقت گھات لگا کر بیٹھ گئے تا کہ جب آپ اپنے بستر سے بیدار ہوں تو آپ پر حملہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے وحی نازل ہوئی۔ آپ باہر تشریف لائے، آپ نے ان سب کے سروں میں خاک ڈالی اور وہاں سے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اندھا کر دیا۔ جب بہت دیر ہو گئی تو کسی آنے والے نے کہا ”وائے تمہاری ناکامی! محمد (ﷺ) تو نکل گیا اور تمہارے سروں میں خاک بھی ڈال گیا ہے“۔ انہوں نے اپنے سروں سے مٹی جھاڑی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بچا لیا اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ پس آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے ذریعے سے آپ کی مدد فرمائی اور یوں آپ کو غلبہ حاصل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ تمام قریش مکہ نے آپ کی اطاعت قبول کر لی اور آپ کے ماتحت آ گئے حالانکہ اس سے پہلے آپ ان سے چھپ کر جان کے خوف سے وہاں سے نکلے تھے۔ پس پاک ہے وہ ہستی جو اپنے بندوں کو لطف و کرم سے نوازتی ہے اور جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ
اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں تو کہتے ہیں تحقیق سن لیا ہم نے اگر چاہیں ہم تو کہہ سکتے ہیں ہم بھی مثل اس کی نہیں ہے
هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ
یہ مگر داستانیں پہلوں کی ○ اور جب کہا انہوں نے، اے اللہ! اگر ہے یہ (قرآن) حق

مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ
تیری طرف سے تو برسا ہم پر پتھر آسمان سے یا لے آ ہم پر عذاب

اَلِيْمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ
دردناک ○ اور نہیں ہے اللہ کہ عذاب دے انہیں جبکہ آپ بھی ان کے اندر موجود ہوں' اور نہیں ہے اللہ عذاب دینے والا ان کو

وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ
جب کہ وہ بخشش طلب کرتے ہوں ○ اور (اب) کیا وجہ ہے ان کے لیے کہ نہ عذاب دے انہیں اللہ جب کہ وہ روکتے ہیں

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا
مسجد حرام سے' درآں حالیکہ نہیں ہیں وہ مختار اس کے؟ نہیں ہیں مختار اس کے مگر

الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٤﴾
متقی لوگ ہی' اور لیکن اکثر ان کے نہیں جانتے ○

رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے آپ کے ساتھ جو عناد رکھتے تھے اسے بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا﴾ ''اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں'' جو اس چیز کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں ﴿قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''تو کہتے ہیں اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس جیسی بات کہہ سکتے ہیں' یہ تو صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں'' یہ انہوں نے ظلم اور عناد کی بنا پر کہا تھا ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس جیسی ایک سورت ہی بنا لائیں اور اللہ کے سوا جس کسی کو اپنی مدد کے لیے بلا سکتے ہیں بلا لیں۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکے جس سے ان کی بے بسی ظاہر ہو گئی۔

قائل سے صادر ہونے والا یہ قول مجرد دعویٰ ہے' جس کا جھوٹ ہونا ثابت ہے۔ ہمیں یہ حقیقت معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ پڑھے ہوئے نہ تھے' آپ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے' گزشتہ قوموں کی تاریخ کا علم حاصل کرنے کے لئے آپ نے کہیں سفر نہیں کیا تھا' بایں ہمہ آپ نے یہ جلیل القدر کتاب پیش کی جس کے سامنے سے یا پیچھے سے باطل دخل اندازی نہیں کر سکتا' یہ کتاب حکمت والے اور قابل تعریف اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ﴾ ''اور جب انہوں نے کہا' اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے'' جس کی طرف محمد مصطفیٰ ﷺ دعوت دیتے ہیں ﴿فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''تو ہم پر برسا دے پتھر آسمان سے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لا'' انہوں نے اپنے باطل پر ڈٹتے ہوئے اور آداب تخاطب سے جہالت کے ساتھ' پورے جزم سے یہ بات کہی تھی۔ اگر انہوں نے۔۔۔ جبکہ وہ اپنے باطل پر ملمع سازی کر رہے تھے جو ان کے لئے یقین اور بصیرت کی موجب تھی۔۔۔ اپنے ساتھ مناظرہ کرنے

والے اس شخص سے یہ کہا ہوتا جو اس بات کا مدعی ہے کہ حق اس کے ساتھ ہے ''اگر وہ چیز جس کا تم دعویٰ کرتے ہو کہ وہ حق ہے تو ہماری بھی راہ نمائی کیجیے''۔ تو یہ چیز ان کے لیے زیادہ بہتر ہوتی اور ان کے ظلم و تعدی کی زیادہ اچھے طریقے سے پردہ پوشی کر سکتی تھی۔ پس جب سے انہوں نے کہا ﴿ اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ ﴾ ان کی مجرد اسی بات سے معلوم ہو گیا کہ وہ انتہائی بے وقوف، بے عقل، جاہل اور ظالم ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجنے میں جلدی کرتا تو ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ہٹا دیا، کیونکہ ان کے اندر رسول (ﷺ) موجود ہیں اس لئے فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ﴾ ''اللہ آپ کی موجودگی میں ان کو عذاب نہیں دے گا'' پس رسول اللہ ﷺ کا وجود مبارک ان کے لیے عذاب سے امن کی ضمانت تھی۔

اپنے اس قول کے باوجود، جس کا وہ برسر عام اظہار کرتے تھے، وہ اس قول کی قباحت کو اچھی طرح جانتے تھے، اس لئے وہ اس کے وقوع سے ڈرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کیا کرتے تھے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب کہ وہ معافی مانگنے والے ہوں گے'' یہی وہ مانع تھا جو عذاب کو واقع ہونے سے روک رہا تھا حالانکہ اس کے اسباب منعقد ہو چکے تھے۔ پھر فرمایا: ﴿ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''اور ان میں کیا بات ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے'' یعنی کون سی چیز ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کر سکتی ہے حالانکہ ان کے کرتوت ایسے ہیں جو اس عذاب کو واجب ٹھہراتے ہیں اور وہ ہے ان کا لوگوں کو مسجد حرام میں عبادت سے روکنا، خاص طور پر انہوں نے نبی مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کو مسجد حرام سے روکا حالانکہ مسجد حرام میں عبادت کرنے کے وہی سب سے زیادہ مستحق تھے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَمَا كَانُوْٓا ﴾ ''اور نہیں تھے وہ'' یعنی مشرکین ﴿ اَوْلِيَآءَهٗ ﴾ ''اس کا اختیار رکھنے والے'' اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہو یعنی (اولیاء اللہ) نیز یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر کا مرجع مسجد حرام ہو یعنی وہ مسجد حرام کے دوسرے لوگوں سے زیادہ مستحق نہ تھے۔

﴿ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ﴾ ''اس کا اختیار رکھنے والے تو وہی ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں'' اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں جنہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق قرار دیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا، ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' اسی لئے وہ اپنے لئے ایسے امور کے مدعی ہیں جن کے دوسرے لوگ زیادہ مستحق ہیں۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

اور نہیں تھی نماز ان (مشرکین) کی بیت اللہ کے پاس مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا ہی، پس چکھو تم عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

بوجہ اس کے جو تھے تم کفر کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسجد حرام صرف اس لئے بنائی ہے کہ اس میں اس کے دین کو قائم کیا جائے اور اس میں خالص اسی کی عبادت کی جائے۔ پس اہل ایمان ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی اور رہے یہ مشرکین جنہوں نے لوگوں کو مسجد حرام سے روکا تو ان کی نماز' جو کہ سب سے بڑی عبادت ہے' ﴿ إِلَّا مُكَآءً وَتَصْدِيَةً ﴾ "سیٹیوں اور تالیوں کے سوا کچھ بھی نہیں" جو کہ جہلا اور کم عقل لوگوں کا فعل ہے جن کے دل اپنے رب کی تعظیم سے خالی ہوتے ہیں' جو اپنے رب کے حقوق کی معرفت سے تہی دست ہوتے ہیں اور ان کے دل میں افضل ترین خطۂ زمین کا کوئی احترام نہیں ہوتا۔ جب ان کی نماز کا یہ حال ہے تو ان کی بقیہ عبادات کا کیا حال ہوگا؟

پس ان میں کون سی چیز ایسی ہے جس کی بنا پر وہ اپنے آپ کو ان مومنوں سے زیادہ بیت اللہ کا مستحق سمجھتے ہیں' جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں' جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں اور ان میں وہ تمام اوصاف حمیدہ اور افعال سدیدہ موجود ہیں جو ان کے رب نے بیان فرمائے ہیں۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنے محترم گھر کا وارث بنایا اور اس پر ان کو قدرت عطا کی۔۔۔ اور پھر ان کو اس پر قدرت عطا کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا۟ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ﴾ (التوبہ: ۹/ ۲۸) "اے مومنو! مشرکین تو ناپاک ہیں' اس لئے وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ جائیں"۔ اور یہاں فرمایا: ﴿ فَذُوقُوا۟ ٱلْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴾ "اپنے کفر کی پاداش میں عذاب کا مزا چکھو۔"

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ لِيَصُدُّوا۟ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' خرچ کرتے ہیں وہ اپنے مال تاکہ روکیں وہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے

فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَٱلَّذِينَ

سو عنقریب خرچ کریں گے وہ ان مالوں کو' پھر ہوگا وہ (خرچ کرنا) ان پر (باعث) حسرت' پھر وہ مغلوب کر دیے جائیں گے' اور وہ لوگ

كَفَرُوٓا۟ إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ ٱللَّهُ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ

جنہوں نے کفر کیا' طرف جہنم کی اکٹھے کیے جائیں گے ○ تاکہ الگ کر دے اللہ' ناپاک کو پاک سے

وَيَجْعَلَ ٱلْخَبِيثَ بَعْضَهُۥ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُۥ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُۥ

اور کر دے ناپاک (یعنی) اس کے بعض کو اوپر بعض کے' پس اوپر تلے ڈھیر لگا دے وہ اس کا اکٹھا' پھر ڈال دے اسے

فِى جَهَنَّمَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿٣٧﴾ ع

ع ۵ ۱۸

جہنم میں' یہی لوگ ہیں خسارہ پانے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کی عداوت' ان کے مکر وفریب' اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کی مخالفت' اللہ کے چراغ کو بجھانے کے لیے ان کی کوششوں اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو نیچا دکھانے کے لیے ان کی تگ ودو کا ذکر کرتے

ہوئے واضح کرتا ہے کہ ان کے مکروفریب اوران کی سازشوں کا وبال انہی پر پڑے گا۔ مکروفریب کی برائی صرف فریب کاروں کو اپنی لپیٹ میں لیتی ہے۔ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ ”کافر اپنے مال خرچ کرتے ہیں تا کہ وہ اللہ کے راستے سے روکیں“ یعنی تا کہ وہ حق کا ابطال کرکے باطل کی مدد کریں اور اللہ رحمٰن کی وحدانیت کی نفی کرکے بتوں کی عبادت کے دین کو قائم کریں۔ ﴿ فَسَيُنفِقُونَهَا ﴾ ”سو ابھی اور خرچ کریں گے“ یعنی یہ نفقات ان سے ابھی اور صادر ہوں گے اور یہ نفقات انہیں بہت خفیف محسوس ہوں گے کیونکہ وہ باطل سے چمٹے ہوئے ہیں اور حق کے خلاف سخت بغض رکھتے ہیں ﴿ ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ﴾ ”پھر آخر ہوگا وہ ان پر افسوس“ یعنی ان کو ندامت، رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا ہوگا ﴿ ثُمَّ يُغْلَبُونَ ﴾ ”پھر وہ مغلوب ہوں گے“ پس ان کے مال ومتاع اور آرزوئیں خاک میں مل جائیں گی اور آخرت میں انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴾ ”تمام کفار کو جہنم میں اکٹھا کیا جائے گا“ تا کہ وہ جہنم کا عذاب چکھیں کیونکہ جہنم ہی خبیث لوگوں اور انکی خباثت کا ٹھکانا ہے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ پاک اور ناپاک کو علیحدہ علیحدہ کرکے دونوں کو اپنے اپنے مخصوص ٹھکانوں میں داخل کردے، پس خبیث اعمال، خبیث اموال اور خبیث اشخاص، سب کو جمع کردے ﴿ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴾ ”پھر اس کو ڈھیر کردے اکٹھا، پھر ڈال دے اس کو جہنم میں، یہی لوگ ہیں نقصان اٹھانے والے“ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔ آگاہ رہنا! یہی کھلا خسارہ ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ

کہہ دیجئے! ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، اگر باز آجائیں وہ تو بخش دیا جائے گا ان کے لیے جو کچھ پہلے گزر چکا، اور اگر

يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ

دوبارہ ایسا ہی کریں گے وہ، تو تحقیق گزر چکی ہے (ہماری) سنت پہلے لوگوں (میں) ○ اور لڑو تم ان سے یہاں تک کہ نہ رہے

فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

فتنہ (شرک)، اور ہو جائے دین سارا کا سارا اللہ ہی کا، پس اگر باز آجائیں وہ (کافر)، تو یقیناً اللہ، ساتھ اسکے جو وہ عمل کرتے ہیں،

بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ

خوب دیکھنے والا ہے ○ اور اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو! یقیناً اللہ ہی تمہارا کارساز ہے،

نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾

اور وہ اچھا کارساز ہے اور اچھا مددگار ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم ہے کہ ان کا کفر اور ان کا دائمی عناد اسے اس بات سے نہیں روکتا کہ وہ انہیں رشد و ہدایت کے راستے کی طرف بلائے اور انہیں گمراہی اور ہلاکت کی راہوں پر چلنے سے منع کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا﴾ ”کفار سے کہہ دیجیے اگر وہ باز آ جائیں۔“ یعنی اگر وہ کفر سے باز آ جائیں اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ ﴿يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ﴾ ”تو بخش دیا جائے گا جو کچھ ہو چکا ہے“ یعنی ان سے جن جرائم کا ارتکاب ہو چکا ہے ﴿وَاِنْ يَّعُوْدُوْا﴾ ”اگر وہ اعادہ کریں۔“ یعنی اگر وہ اپنے کفر اور عناد کا اعادہ کریں ﴿فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ”تو تحقیق گزر چکا ہے طریقہ پہلوں کا“ یعنی رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں کو ہلاک کرنے کا۔ پس وہ بھی اسی عذاب کا انتظار کریں جو ان معاندین حق پر نازل ہوا تھا۔۔۔۔ عنقریب ان کے پاس وہی خبریں آئیں گی جن کا یہ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔ یہ خطاب تو جھٹلانے والوں سے تھا۔ رہا وہ خطاب جو اہل ایمان کو کفار کے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیتے وقت اہل ایمان کے ساتھ تھا‘ تو اس میں اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ ”اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ نہ رہے فساد“ یعنی جب تک کہ شرک اور اللہ تعالیٰ کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور نہ ہو جائیں اور کفار اسلام کے احکام کے سامنے سرنگوں نہ ہو جائیں۔ ﴿وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ ”اور ہو جائے حکم سب اللہ کا“ پس دشمنان دین کے خلاف جہاد اور قتال کا یہی مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو کفار کے شر سے بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی‘ جس کے لیے تمام کائنات تخلیق کی گئی ہے‘ حفاظت کی جائے‘ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا دین تمام ادیان پر غالب آ جائے۔

﴿فَاِنِ انْتَهَوْا﴾ ”پس اگر وہ باز آ جائیں۔“ اپنے ظلم کے رویے سے ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ”تو بے شک اللہ ان کے کاموں کو دیکھتا ہے“ اور اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ”اور اگر وہ روگردانی کریں۔“ یعنی اگر اطاعت سے منہ موڑ کر کفر و سرکشی میں سرگرم ہو جائیں۔ ﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى﴾ ”تو جان لو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے‘ کیا اچھا حمایتی ہے“ جو اپنے مومن بندوں کی سرپرستی کرتا ہے‘ انہیں ان کے مصالح بہم پہنچاتا ہے اور ان کے لیے دینی اور دنیاوی فوائد کے حصول میں آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ ﴿وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ ”اور کیا اچھا مددگار ہے“ جو ان کی مدد کرتا ہے‘ ان کے خلاف فساق و فجار کی سازشوں کو ناکام بناتا ہے اور اشرار کی عداوت سے حفاظت کرتا ہے اور جس کا سرپرست اور حامی و ناصر اللہ تعالیٰ ہو تو اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور جس کا اللہ تعالیٰ مخالف ہو اسے کوئی مدد اور سہارا نہیں دے سکتا۔